دعاؤں کے معجزانہ اثرات

واقعات کی روشنی میں

(حصہ اول)

(روزمرہ کی مسنون دعاؤں اور نبوی اذکار واوراد کے انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے حیرت انگیز نتائج ومثبت اثرات واقعات کی روشنی میں)

مرتب

محمد الیاس محی الدین ندوی

(استاذ تفسیر وحدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل)

ناشر

مکتبة الشباب العلمية

شباب مارکیٹ، ٹیگور مارگ، ندوہ روڈ، لکھنؤ (یوپی)

پہلا ایڈیشن : اپریل ۲۰۰۵ء
دوسرا ایڈیشن : اگست ۲۰۰۵ء
دسواں ایڈیشن : فروری ۲۰۱۷ء
(اردو، عربی، انگریزی، ہندی، کنڑی، ملیالم تمل وغیرہ زبانوں میں)

نام کتاب : دعاؤوں کے معجزانہ اثرات واقعات کی روشنی میں
مرتب : محمد الیاس بھٹکلی ندوی
طابع وناشر : مکتبۃ الشباب العلمیۃ، ٹیگور مارگ، ندوہ روڈ، لکھنؤ (یوپی)

ملنے کے پتے:

۱) مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر ۳۰، بھٹکل (کرناٹک)
email:nadviacademy@hotmail.com
موبائیل: 08747921585 / 09620104757
۲) مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ (یوپی)
۳) مکتبۃ الشباب العلمیۃ، ٹیگور مارگ، ندوہ روڈ، لکھنؤ (یوپی)

انتساب

محترم المقام جناب ڈاکٹر علی صاحب ملپا مدظلہ العالی

بانی وصدر جامعہ اسلامیہ بھٹکل وخلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام جن کے تخیل وفکر کو اللہ رب العزت نے مادر علمی جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے قیام کا ذریعہ بنایا۔

ڈاکٹر صاحب کی مناجات، دعاؤں کے خصوصی اہتمام، نوافل ومستحبات سے غیر معمولی تعلق، اذکار کی پابندی، دعائے نیم شبی وآہِ سحر گاہی اور دین کے لیے ان کی فکر وتڑپ میں ہم سب کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے۔

پوری زندگی کو حیات طیبہ کے مطابق ڈھالنے کی ان کی مساعی وکاوشیں اور میرے لیے اس سلسلے میں ان کی شفقت بھری مسلسل ترغیب وتشویق ہی دراصل میری اس تالیف کا ذریعہ بنی ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کے سایہ عاطفت کو تادیر سلامت رکھے۔ آمین

فہرست مضامین

۱	مقدمہ (حضرت مولانا ریاض الرحمٰن صاحب رشادی رحمۃ اللہ علیہ)	۹
۲	تاثرات (حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ)	۱۶
۳	تاثرات (ڈاکٹر علی ملپا صاحب مدظلہ العالی)	۱۸
۴	نگاہ اولین	۱۹
۵	میسر ہوا گر ایمان کامل	۲۱
۶	جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے	۲۶
۷	ہر طرح کی آزمائش سے بچاؤ کا نسخہ	۳۳
۸	وقت پر نماز کی ادائیگی نے خطرناک حادثہ سے بچایا	۳۹
۹	پانی نعمت، میٹھا پانی اس سے بڑی نعمت	۴۵
۱۰	ہر روز موت کے بعد نئی زندگی پر شکر خداوندی	۴۹
۱۱	چھینک ہزار رحمت ہے	۵۰
۱۲	سحر سے پیشگی حفاظت کا قرآنی نسخہ کیمیا	۵۴
۱۳	تو ہی اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں	۵۸
۱۴	بچوں کی نظر بد سے حفاظت	۶۴
۱۵	قرض کی ادائیگی اور غم کے ازالہ کا کارگر نبوی نسخہ	۶۶

۱۶	آئینہ میں اپنی شکل نے اللہ کے سینکڑوں انعامات یاد دلائے	۶۸
۱۷	نہ صرف کھانا دینے پر بلکہ کھلانے پر بھی شکر خداوندی	۷۱
۱۷	دوسروں کی آزمائش سے عبرت	۷۳
۱۸	ہڈی کے ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ	۷۶
۱۹	دو قطرے پیشاب کے اخراج کے لیے ایک لاکھ روپے کا خرچ	۷۷
۲۰	صومالیہ کے فاقہ کشوں کی تصویروں نے کھانے کے بعد کی دعا کی اہمیت بڑھا دی	۷۹
۲۱	دوسروں پر اللہ نے ہر ایک کو فضیلت دی ہے	۸۱
۲۲	مختصر دعا کا معجزانہ اثر	۸۵
۲۳	وقتی آزمائش نے روزانہ کی نعمت خداوندی کو یاد دلایا	۸۷
۲۴	وقت پر اجابت کتنی بڑی نعمت ہے	۸۹
۲۵	بسم اللہ کے ساتھ کھانے کی برکت	۹۱
۲۶	اولاد کی نیک نامی کی موثر دعا	۹۳
۲۷	ماں کی دعائیں اپنی اولاد کے حق میں	۹۶
۲۸	بعافیت گھر واپسی کی گیارنٹی	۹۹
۲۹	کم خرچ بالا نشین	۱۰۲
۳۰	برے خواب کے اثر سے حفاظت	۱۰۵
۳۱	زہریلے جانور اور فالج کے اثر سے حفاظت	۱۰۷

۳۲	سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کا علاج	۱۰۸
۳۳	غصہ کا علاج	۱۱۰
۳۴	ہمیشہ باوضو رہنے کی برکت	۱۱۲
۳۵	ماں کی محبت اور باپ کا پیار	۱۱۳
۳۶	چار جملے دن بھر کے اذکار پر بھاری	۱۱۷
۳۷	رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے والی دعا	۱۱۹
۳۸	ہدایت کے بعد ضلالت سے پناہ مانگنے کا حکم	۱۲۱
۳۹	غریبوں کے لیے مالداروں سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کا طریقہ	۱۲۴
۴۰	جب تمام سہارے ختم ہو جائیں	۱۲۵
۴۱	نبی رحمت کی تمام دعاؤں پر محیط ایک دعا	۱۲۹
۴۲	جسمانی حسن سے زیادہ روحانی حسن و جمال کی فکر	۱۳۰
۴۳	زندگی کی آخری دعا	۱۳۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دسواں ایڈیشن

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین أما بعد!

اللہ رب العزت ہی کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ محض اسی کی توفیق سے دعاؤں کے معجزانہ اثرات کے متعدد ایڈیشن الحمدللہ اب تک شائع ہوئے، ہمارے اپنے علم کی حد تک یہ اس کتاب کا دسواں ایڈیشن ہے، پاکستان سے بھی اس کی اشاعت ہوئی، عربی، انگریزی ہندی، کنڑی، ملیالم تمل وغیرہ زبانوں میں بھی اس کے تراجم منظر عام پر آئے۔

فللہ الحمد اولاً وأخرا

اس سلسلے میں ملک کے اکابر علماء ومختلف لوگوں کے جو ہمت افزاء خطوط موصول ہوئے الحمدللہ اس سے اس سلسلے کو مزید آگے بڑھانے کی ہمت ہوئی، امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا دوسرا حصہ بھی جلد منظر عام پر آئے گا۔

قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اس پیغام کو کہ دعائیں دنیا کے اندر ہی اپنے معجزانہ اثرات دکھاتی ہیں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں جس کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اور اس طرح کی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی کوشش کی جائے اگر ہمارے اور آپ کے توسط سے اللہ کے کسی بندہ کو روزمرہ کی دعاؤں کی پابندی کی توفیق ہوجائے جس سے اللہ کی ذاتِ عالی پر بھروسہ میں اضافہ ہو تو یہ ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت اور تقرب إلی اللہ کا انشاء اللہ ذریعہ بنے گا۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم

۱۸/رجب المرجب ۱۴۲۶ھ — محمد الیاس محی الدین ندوی

تاثرات

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

دعاؤں کے معجزانہ اثرات کتاب پر نظر ڈال کر اکتفا نہ کر سکا بلکہ تقریباً پوری کتاب کے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، معجزانہ واقعات پڑھ کر دل پر اثر ہوا، ایک نئے اسلوب کے ساتھ اور واقعات کے پس منظر میں دعا کی تاثیر کا ذکر کیا گیا ہے اس سے دعا کی قبولیت کے لیے دل کی گہرائی سے اور پورے یقین کے ساتھ اس کے پڑھنے کی راہ ہموار ہوتی ہے اور انسانی فطرت ذاتِ باری تعالیٰ سے اور زیادہ قریب ہو جاتی ہے اور جائز مانگ پوری ہو کر رہتی ہے۔

حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی (استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا الیاس صاحب کا تازہ نمونۂ قلم دعاؤں پر مشتمل نہایت لطیف ومفید بلکہ دلچسپ اور انوکھے انداز کا ہے جس میں دعاؤں کی تاثیر وتلقین حقیقی وتمثیلی واقعات کی روشنی میں ہے۔ دعا جیسے خشک موضوع کو اتنا دلکش اور قابل قبول پیرایہ بیان دے دیا گیا ہے کہ کتاب کو ہاتھ میں لے کر چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب فطرت (رکن عالمی رابطہ ادب اسلامی)

کتاب کے مطالعہ سے میں سرور ونور میں ڈوب گیا اور دنیا ومافیہا سے پرے ایک دیگر عالم نور ونکہت میں کھو گیا، واقعات کی روشنی میں دعاؤں کے معجز نما اثرات کا اظہار وابلاغ دراصل دعوت اِلی الخیر کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کرنے کی نہایت مستحسن تدبیر اور مہتم بالشان اقدام ہے اور عند اللہ ماجور ثواب ہونے کی مؤقر ومکرم سعی وکاوش، کتاب کے دامن میں مسنون دعائیہ کلمات لولؤ ومرجان کی طرح جگمگا رہے ہیں، یہ دعائیہ کلمات فردوس بریں کے گل ولالہ اور سنبل وریحان ہیں۔

مقدمہ

حضرت مولانا ریاض الرحمٰن صاحب رشادی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامع العلوم وسابق خطیب جامع مسجد سٹی بنگلور

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین.

أما بعد !

رسول اللہ ﷺ کے امت مسلمہ پر لاتعداد احسانات ہیں، ان میں سے ایک احسان عظیم یہ بھی ہے کہ آپ نے ہمیں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ سکھایا ورنہ ہم محتاج وبے نوا ظلوم وجہول، ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اپنے رب کریم سے کس طرح مانگا جائے اور کیا کیا مانگا جائے ، نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنے رب سے مانگنے کا طریقہ سکھایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگو، صبح سے شام تک ہم جو بے شمار اعمال انجام دیتے ہیں تقریباً ہر عمل کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا تلقین فرمائی اور ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے لیے ایک مجرب نسخہ بتایا، اللہ تعالیٰ سے ربط وتعلق پیدا کرنے کا آسان واصل ترین راستہ یہ ہے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہیں، قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ ''یاأیھا الذین آمنوا اذکروا اللّٰہ ذکراً کثیراً ''،اے ایمان والو اللہ کو کثرت سے یاد کرو یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ سب سے افضل

عمل کیا ہے، آپ نے فرمایا: ''أن یکون لسانك رطباً بذکر اللّٰہ ''یعنی تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

کثرت ذکر سے رب کائنات کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس سے ہمارا فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ تو صمد ہیں، وہ ہمارے بلکہ تمام کائنات کے ذکر سے بے نیاز ہیں، ہمارے سجدوں اور ہماری تسبیح سے بھی بے نیاز ہیں، اس کو ہمارے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں، دنیا میں جتنے جرائم اور برائیاں ہو رہی ہیں ان سب کی جڑ اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھتا ہے تب ہی وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، جب اس کو اللہ تعالیٰ یاد ہوتا ہے اور اس کا استحضار ہوتا ہے کہ ہر لمحہ میں خدائے تعالیٰ کی نگاہ میں ہوں تو پھر اس سے گناہ سرزد نہیں ہوسکتا، غفلت سے ہی گناہ سرزد ہوتا ہے، اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بڑی حوصلہ افزا ہے، آپ ﷺ کا یہ حکم ہے کہ ''سلوا اللّٰہ من فضله فان اللّٰہ یحب أن یسأل ''یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اس لیے کہ اللہ چاہتے ہیں کہ اس سے اس کا فضل مانگا جائے اور پھر آپ ﷺ نے اس بات کی اطلاع دے کر خوشیوں کا سامان فراہم فرمایا کہ ''من لم یسأل اللّٰہ یغضب علیه'' جو اللہ سے سوال نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں، جب بندہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر دے کہ وہ اپنے پروردگار کے علاوہ کسی اور در سے حاصل ہونے کی امید نہ رکھے گا اور اس در سے حاصل ہونے کے پختہ یقین کا اظہار کرے گا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے لینے والا ہو جاتا ہے اور اس کی دعا ضائع نہیں جاتی، حدیث میں ہے کہ بندۂ مومن کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور تین درجوں میں سے کوئی نہ کوئی درجہ اس کی دعا کو حاصل ہو جاتا ہے، یا تو بندے نے جو مانگا عطا کر دیا جاتا ہے یا وہ شئ جو بندۂ مومن نے مانگی ہے اس کے لیے مناسب نہیں مصلحت کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلے اس داعی بندے پر آنے والی مصیبتوں

میں سے کسی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں یا یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے کہ جب میزان میں اعمال صالحہ کے تولنے کا موقع آئے گا تو اس کی یہ دعا اور ایسی دعائیں میزان میں ہوں گی، رسول اللہ ﷺ نے جو دعائیں سکھائی ہیں خواہ وہ خاص موقعوں کے لیے ہوں یا عام یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے معجزے ہیں، کیوں کہ کوئی بھی انسان اپنی ذاتی عقل وسوچ کے ذریعے ایسی دعائیں مانگ نہیں سکتا جو دعائیں آپ ﷺ نے سکھائی ہیں، اس میں سے ایک ایک دعا ایسی ہے کہ اس پر بندہ مومن قربان ہو جائے اور اس کو اپنی حرزِ جان بنالے اور کیوں نہ بنالے کہ یہ الہامی دعائیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر پر القا فرمایا کہ مجھ سے یوں مانگو، اللہ تعالیٰ کی شان بھی عجیب ہے کہ دینے والے بھی وہی ہیں اور مانگنے کا طریقہ سکھانے والے بھی وہی ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوگئی اور گندم کے درخت سے کھالیا، جنت کے کپڑے چھین لیے گئے، احساس ہوگیا کہ میں نے بڑی غلطی کی ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، لیکن اس کی معافی کیسے مانگی جائے اس کا طریقہ معلوم نہ تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس کا طریقہ سکھایا "فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه" آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے، اس پر ان کی توبہ قبول ہوگئی، اللہ تعالی نے خود کلمات سکھائے "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ"، واہ کیا شان رب العالمین کی، خود ہی معاف کرنے والے، توبہ قبول کرنے والے اور خود ہی الفاظ سکھا رہے ہیں کہ ہم سے ان الفاظ سے توبہ کرو ہم تمہاری توبہ قبول فرمائیں گے اور تمہیں معاف کردیں گے، رسول اللہ ﷺ کی دعا میں ایک خاص بات ہے، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ سب کچھ کرنے والے اللہ ہیں، اس کا شکر یہ ادا کرنا، اس سے عافیت طلب کرنا اور رحمت وفضل الہی کے

لیے دوام مانگنا بندۂ مومن کے لیے ان دعاؤں سے ہی ممکن ہے، مثال کے طور پر بیت الخلا سے نکلتے وقت آپ نے یہ دعا تلقین فرمائی ”غفرانك الحمدلله الذی أذهب عنی الأذی وعافانی “ یعنی اے اللہ میں آپ کی مغفرت اور بخشش مانگتا ہوں، مغفرت اس لیے مانگتا ہوں کہ یہ ناپاکی جو دور کردی گئی یہ نعمت ہے، میں اس نعمت کا جو تیری لاکھوں نعمتوں میں سے ایک ہے شکریہ ادا نہیں کرسکتا اس پر میں تیری بخشش چاہتا ہوں، یہ ایک طرح سے اعتراف عجز ہے اور یہی رب العالمین کو پسند ہے، یہ غفرانك بھی ایک طرح کا شکریہ ہے، دعا میں آگے مغفرت مانگنے کے بعد یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری تعریف بیان کرتا ہوں اور تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھ سے گندگی کو دور کردیا اور مجھے عافیت بخشی، اس مختصر دعا میں رسول اللہ ﷺ نے غور کرنے والوں کے لیے معانی کا ایک سمندر سمودیا ہے، انسان کے جسم میں ہر ہر عضو اپنی جگہ ایک خودکار مشین ہے، اتنی بیش قیمت کہ کسی انسان کی کوئی مشین فیل ہوجائے تو پوری کائنات کی دولت خرچ کرکے اس کو اصل حالت پر لایا نہیں جاسکتا، اسی لیے عافیت مانگنے کا حکم دیا گیا ہے، مثال کے طور پر گردہ انسان کے جسم کا ایک اہم جزء ہے جو خون سے نقصان دہ اجزا کو دور کرکے پیشاب کے ذریعہ خارج کرتا ہے اور انسان کو صحت مند رکھتا ہے، اگر یہ فیل ہوجائے تو انسان کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے جب کہ دوسرے سارے اعضاء دل، جگر، معدہ، آنتیں سب ٹھیک ہیں اس کے باوجود صرف گردہ کا عمل اتنا اہم ہے کہ آدمی ٹھیک سے سانس نہیں لے سکتا، پیٹ میں کچھ رکتا نہیں، بار بار قے ہوجاتی ہے، چکر آتے ہیں، ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو وہ یہ کہتا ہے کہ تین مرتبہ ڈائی لیسیز (Dialysis) کرائیں جس پر ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں، پھر بھی اصلی حالت حاصل نہیں ہوتی، صرف گردہ کے عمل کو اس حد تک برقرار رکھ کر آدمی زندہ رہنا چاہے تو اس پر ہر مہینہ ہزاروں

روپے خرچ ہوں گے، اسی حقیقت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے دعا سکھائی کہ جب پیشاب آسانی سے ہوجائے، راحت وسکون حاصل ہوجائے تو یہ دعا پڑھ کر شکریہ ادا کرو، اگر ہر مسلمان بیت الخلا سے نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھ لے اور پورے دھیان کے ساتھ پڑھے کہ کیسی نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت پیدا ہوگی کہ میرا مالک بے نیاز ہے، میرے جسم میں اتنی بیش قیمت مشین لگا کر میرے لیے یہ کام کررہا ہے، کیا میں اس کے حکم کی نافرمانی کروں، کیا میں اس کی دی ہوی نعمتوں کی ناشکری کروں، یہ تصور گناہوں سے رکاوٹ بن جائے گا، رسول ﷺ کی یہ دعائیں کوئی منتر نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک فلسفہ ہے اور معانی کی پوری کائنات ہے جو رسول ﷺ کے واسطے سے ہمیں عطا فرمائی گئی ہیں۔

بندۂ مومن جب دعا کو پڑھ لیتا ہے، یاد کر لیتا ہے تو ایک عجیب احساسِ حفاظت اس میں پیدا ہوجاتا ہے کہ ہم رب کائنات کی حفاظت کے حصار میں آچکے ہیں یا اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس پروردگار کے پاس درخواست یا فارم پُر کردیا ہے جس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

احقر راقم الحروف چونکہ مختلف بیماریوں اور کمزوریوں اور کئی بار متعدد آپریشنوں سے گزر چکا ہے اور ہر بار تکلیف کے ساتھ یادالٰہی کے آجانے اوراس کے دربار میں دعا مانگنے کا معمول رہا ہے اور یہ فطری بات بھی ہے، اس بات کا عجیب وغریب تجربہ رہا ہے کہ مانگنے کے بعد جو سکون وراحت حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کی دولت سے خریدنے کی شئی نہیں ہے۔

زیرنظر کتاب ''دعاؤں کے معجزانہ اثرات واقعات کی روشنی میں'' جس کی تالیف مولانا محمد الیاس صاحب ندوی نے کی ہے اس پورے پس منظر میں جب میری نظر سے گزری تو بعض واقعات کے پڑھتے وقت میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوگئے، گویا اس

نے دل کے تاروں کو چھولیا اور اندر کا احساس بیدار ہوگیا، یوں تو مولانا محمد الیاس ندوی صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں بالخصوص ان کی کتاب سیرت سلطان ٹیپو شہید جس کا کنڑی ترجمہ خود ہمارے ادارہ جامع العلوم بنگلور اور انگریزی ترجمہ آبجیکٹیو اسٹڈیز دہلی سے شائع ہو چکا ہے سارے کرناٹک والوں کے لیے قابل فخر ہے، مولانا الیاس صاحب ندوی کا تعلق چونکہ مرشدی ومخدومی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ سے بہت خاص تھا اس لیے آپ کی تحریروں اور تقریروں میں حضرت علیہ الرحمۃ کی تحریر اور تقریر کی چاشنی اور درد وفکر کا پرتو صاف نظر آتا ہے، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مولانا الیاس ندوی نے مجھے اپنی اس کتاب پر چند جملے لکھنے کا حکم دیا، میں نے اپنی کم علمی و بے بضاعتی کے باوجود کچھ لکھ دیا، کہاں مولانا جیسے اہل قلم اور کہاں مجھ جیسا بے قلم:

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل　　　نسیم صبح یہ تیری مہربانی

میں سمجھتا ہوں کہ زیر نظر کتاب ہر مسلمان کے مطالعہ میں آنی چاہیے، انشاء اللہ ہر قلب میں اس کے مطالعہ کے بعد رجوع الی اللہ کا جذبہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور حاصل کرنے کا جذبہ پروان چڑھائے گا۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاس ندوی کو عمر دراز عطا فرمائے اور ان کو مزید خدمات جلیلہ کے لیے قبول فرمائے۔ آمین

والسلام

ریاض الرحمٰن رشادی　　　۱۳/ مارچ ۲۰۰۵ء

جامع العلوم بنگلور

تقدیم

حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ
(سابق معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

دعا مومن کی قوت ہے، سب سے بڑا سہارا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ میں اسم سمیع کو بار بار یاد دلایا ہے اور باور کرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کس و ناکس کی دعا سنتا ہے، قرآن مجید میں ایک جگہ نہیں چالیس مقامات پر اللہ کے لیے سمیع کا لفظ آیا ہے، سننے کا مطلب قبول کرنا اور عطا فرمانا ہے، اگر آواز صدا بصحرا ثابت ہو تو یہ اللہ کی صفت نہیں ہے یہ ان لوگوں کی صفت ہے جن کو اللہ کے مقابلہ میں لوگوں نے اپنا معبود بنالیا ہے۔

کبھی حکمت الٰہی کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ تاخیر سے کام کیا جائے، کبھی اس کو آخرت کے لیے محفوظ کرایا جاتا ہے، مثلاً ایک شخص بیمار ہے اس کے لیے ایسا پھل کھانا ممنوع ہے جس کی خاصیت میں ٹھنڈک ہے، مگر مریض اپنے تیمارداروں سے بڑی لجاجت کے ساتھ طلب کرتا ہے کہ مجھے یہ پھل یا غذا دی جائے مگر باپ اور ماں باوجود تمام شفقتوں کے ایسا نہیں کر سکتے، یہ حقیقت مریض پر اس وقت کھلتی ہے جب وہ مرض کے مرحلہ سے نجات پاتا ہے، اسی طرح بعض وقت اللہ کی حکمت مقتضی ہوتی ہے کہ جو مانگ رہا ہے اس کے اندر عبدیت کی صفت کو اور پختہ کیا جائے اور وہ یکسو ہو کر اللہ کی طرف مائل ہو۔

مولانائے روم نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک نانبائی کے یہاں روٹی لینے کے لیے کئی آدمی گئے، نانبائی نے سب کو روٹیاں دے دیں اور دام لے لیے، ایک شخص کو اس نے کہا کہ ٹھہرو، ابھی

تازہ روٹی پک کر آرہی ہے وہ لے لینا، وہ کھڑا رہا یہاں تک کہ روٹی آگئی، نانبائی نے کہا کہ اس کے ساتھ تازہ حلوہ بھی آرہا ہے وہ میں تم کو مفت میں دوں گا، وہ شخص جو طالب تھا چند لقمے خوراک کا بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا، بڑی دیر کے بعد اس کی حاجت برابری ہوئی اور واپس آیا اور ایک حکیم وقت کو اپنا ماجرا سنایا کہ یہ نانبائی سب کی ضرورت پوری کردیتا ہے، مجھ کو بہانے کرکے بٹھالیتا ہے، شیخ وقت نے جواب دیا کہ دراصل وہ تم کو چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے دیر تک رہو، اسی لیے وہ ایسے حیلے نکالتا ہے جس سے تم کو دیر تک وہاں بیٹھنے پر مجبور کرے، دعاؤں سے اسباب پیدا ہوتے ہیں، ہمت بندھتی ہے، ذرائع سامنے آجاتے ہیں، دل میں قوت پیدا ہوتی ہے، ذرائع کو صحیح طریقہ سے استعمال کرنے کی خواہش ابھر کر آتی ہے، غرض یہ کہ دعا ہی عین عبادت ہے۔

عزیزی مولانا محمد الیاس صاحب ندوی بھٹکلی سلمہ اللہ تعالیٰ کو میں مبارک باد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح موضوع پر اور اچھے وصحیح وقت پر اور صحیح اسلوب میں قلم اٹھانے کی صلاحیت دی ہے، ضرورت اس بات کی تھی کہ ایسی کتابیں لکھی جائیں اور ایسے واقعات جمع کیے جائیں جن سے حق تعالیٰ جل شانہ کی دست قدرت پر ایمان میں اضافہ ہو، مولانا محمد الیاس صاحب ندوی بھٹکلی نے زیر نظر کتاب ''دعاؤں کے معجزانہ اثرات واقعات کی روشنی میں'' میں ایسے واقعات جمع کیے ہیں جہاں دعاؤں کی قبولیت کرشمہ بن کر سامنے آتی ہے، مولانا نے اس کو دعاؤں کی قبولیت کا نمونہ بنا کر دکھایا ہے جو بالکل صحیح ہے اور پڑھنے والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر، اس کی سرعت اجابت اور رحم وکرم پر یقین بڑھتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز سامنے ہے جس کو دیکھنے والا دیکھتا ہے اور جو نہیں دیکھ سکتا وہ بھی ٹٹول کر محسوس کرلیتا ہے۔

فقیر بے نوا

عبداللہ عباس ندوی

ندوۃ العلماء لکھنؤ

١٦/محرم الحرام ١٤٢٦ھ

تاثرات

جناب ڈاکٹر علی ملپا صاحب مدظلہ العالی
(صدر جامعہ اسلامیہ بھٹکل)

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أمابعد!

عزیزم مولانا محمد الیاس صاحب ندوی سلمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے، اس میں سے ایک تصنیف وتالیف کا اچھا ملکہ بھی ہے، اس سے قبل مولانا کے قلم سے متعدد اچھی کتابیں شائع ہوکر مقبول عام ہوئی ہیں۔

زیرنظر کتاب ''دعاؤں کے معجزانہ اثرات واقعات کی روشنی میں'' مولانا کی نئی تصنیف ہے، جس میں دعاؤں کی تاثیر واقعات کی روشنی میں ایسے مؤثر اور دلنشیں انداز میں بیان کی گئی ہے کہ اس سے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے، یقین پختہ ہوتا ہے اور اللہ پر بھروسہ اور ہر قدم پر دعا کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔

اس پر مجھے بڑی مسرت ہے اور دلی دعا ہے کہ اللہ پاک اس کتاب کو قبول فرمائے اور عوام وخواص سب کے لیے نافع بنائے۔ آمین

فقط

علی ملپا

۱۶/صفر۱۴۲۶ھ

نگاہ اولین

الحمدللہ رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک یوم الدین، ایاک نعبد وایاک نستعین، والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، امابعد!

دعا اللہ اور بندہ کے درمیان راز و نیاز کا ایک بہترین ذریعہ ہے جس سے اس کو وہ لذت حاصل ہوتی ہے جس کا کسی بڑی سے بڑی دنیاوی نعمت سے موازنہ ومقابلہ نہیں کیا جاسکتا، اپنے رب سے اس ہم کلامی کے ذریعہ بندہ اپنے دل کے بوجھ کو ہلکا کرتا ہے اور اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کی مناجات والتجاؤں کو دربار خداوندی میں شرف قبولیت سے نوازا گیا ہے اور اس کی تمناؤں وخواہشات کو عملی جامہ پہنانے کا اسی وقت حکم دیا گیا ہے، استحضارِ قلب اور قبولیت کے یقین کے ساتھ جب بندہ اللہ سے دست بدعا ہوتا ہے تو اس پر رحمت الٰہی کا نزول اس کو صاف نظر آتا ہے جس کو وہ خود اپنی آنکھوں سے بھی دیکھتا ہے۔

دعائیں دراصل رضا الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں جس کے نتائج درحقیقت مرنے کے بعد اس کو نظر آنے والے ہیں لیکن بندوں کے کمزور ایمان اور ان کی عجلت پسند طبیعتوں کو دیکھتے ہوئے اللہ رب العزت اس کے حیرت انگیز اثرات اکثر اوقات دنیا ہی میں دکھا دیتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو روزمرہ کے معمولات میں جن دعاؤں کی تعلیم دی ہے اس کا بھی کچھ یہی حال ہے، اگر انسان اس کے اخروی فوائد سے قطع نظر صرف ان دعاؤں کے

دنیاوی نتائج پر غور کرے اور خود اس کی پابندی کرتے ہوئے اس کا تجربہ کرے تو اللہ جل شانہ کی کمال قدرت پر ایمان میں اضافہ ہو جائے، اس کی رحیم وکریم ذات پر یقین بڑھ جائے اور ان دعاؤں کی ہر انسان کے لیے فطری ضرورت کا اس کو احساس بھی ہو جائے۔

زیر نظر کتاب دراصل اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں روزمرہ کی مسنون دعاؤں اور نبوی اذکار واوراد کے ایک عام انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے حیرت انگیز اثرات ونتائج کا واقعات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ اس کے پڑھنے والوں میں اپنے حقیقی رب ومالک سے مانگنے کا جذبہ پیدا ہو اور دعاؤں کی قبولیت کا یقین بڑھ جائے، کتاب کا ایک بڑا حصہ خود راقم الحروف کے ساتھ (جس کو اپنے سراپا گناہ گار وخطا کار ہونے کا اقرار بھی ہے اور اپنی بے بسی اور کم مائیگی کا احساس بھی) زندگی کے مختلف مراحل میں پیش آنے والے واقعات پر مشتمل ہے، اس میں کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ روزمرہ کی اہم دعاؤں کا احاطہ ہو جائے لیکن پھر بھی بعض دعائیں رہ گئی ہیں جس کو اللہ نے چاہا تو اس کتاب کے دوسرے حصہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مجھے اللہ رب العزت کی رحیم وکریم ذات سے جس کے محض فضل وتوفیق سے یہ کتاب منظر عام پر آ رہی ہے، امید ہے کہ وہ اپنے اس ناتواں بندہ کی اس تحریری کاوش کو بھی شرف قبولیت سے نواز کر اس کے نفع کو عام فرمائے گا اور اس کے مرتب، اس کے والدین، اہل وعیال اساتذہ وجمیع متعلقین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنا کر اس کے تمام پڑھنے والوں اور دوسروں تک اس پیغام کو پہنچانے والوں اور اس کی ترغیب دینے والوں کے لیے بھی اپنی ذات پر بھروسہ میں اضافہ اور توحید خالص وایمانِ کامل پر قائم رہنے کا ذریعہ بنائے گا۔

میں محترم المقام ڈاکٹر علی صاحب ملپا مدظلہ العالی، حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب

ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ریاض الرحمٰن صاحب رشادی رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت ممنون ہوں کہ ان بزرگوں نے ازراہِ شفقت ومحبت اس کتاب پر اپنے گرانقدر مقدمہ وتاثرات سے میری ہمت افزائی فرمائی، اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم۔

۱۸/ جمادی الاخری ۱۴۳۸ھ　　　　محتاج دعا

مطابق ۱۷/ مارچ ۲۰۱۷　　　　محمد الیاس محی الدین ندوی

میسر ہوا گر ایمانِ کامل

(ایک عالم دین کے ایمان سے متاثر ہو کر ایک شخص کے ایمان لانے کا حیرت انگیز واقعہ)

دعا کی قبولیت کی بنیادی شرط ایمان ویقین اور اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہے، جب ان شرطوں کی تکمیل کے بعد کوئی اللہ کا بندہ اللہ سے مانگتا ہے تو اس کی یہ دعائیں کیا رنگ لاتی ہیں اس کا ایک نمونہ ذیل کے واقعہ میں دیکھئے۔

محترم مولانا ریاض الرحمٰن صاحب رشادی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد ومہتمم وبانی جامع العلوم انگلش میڈیم ہائی اسکول وکالج بنگلور اپنی گوناگوں خصوصیات وامتیازات کی وجہ سے کرناٹک کے علماء میں غیر معمولی احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، وہ اپنی وسعت فکری اور منفرد دعوتی وتعلیمی خدمات کی بنا پر ملت کے علماء ومدارس کے فارغین کے لیے نمونہ کی حیثیت رکھتے تھے، یقین محکم، عمل پیہم اور محبت فاتح عالم کی صفات کے ساتھ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جس مرد مومن کا تصور رکھتے تھے مولانا ان ہی میں سے ایک تھے عوام کے درمیان ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ۲/۳ کروڑ کی بنگلور کی سب سے بڑی کئی منزلہ خوبصورت جامع مسجد خالص ان مصلیوں کے چندوں سے تعمیر ہوئی جو نماز جمعہ کے لیے یہاں آتے تھے، بنگلور کے باہر تو دور کی بات ہے خود شہر میں بھی وہ مسجد کے باہر کسی کے سامنے تعمیری چندے کے لیے حاضر نہیں ہوئے۔

ان کا سب سے بڑا کارنامہ جو برصغیر کے تمام علماء کے لیے قابل رشک نمونہ کی حیثیت

رکھتا ہے وہ جامع مسجد بنگلور کے کمروں میں دین کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ اسلامی ماحول میں انگلش میڈیم ہائی اسکول وجونیئر کالج کا قیام تھا، کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل سے آج کے اس دین بیزار ماحول میں ڈھنگ سے جب خود مدرسہ چلانے کی امید نہیں رکھی جارہی ہے تو کسی معیاری عصری تعلیمی ادارہ کو قائم کرکے خود اس کا نظام چلانے کا تصور بہت دور کی بات ہے، اس بدگمانی کو عملی طور پر غلط ثابت کرنے والے جامع العلوم انگلش میڈیم اسکول وکالج کے بانی مولانا ہی خود اس کے پرنسپل بھی تھے اور یہ ادارہ آج پوری ریاست میں یہ اپنے بلند تعلیمی معیار کی وجہ سے عیسائی مشنری اسکولوں کا مقابلہ کررہا ہے، ادھر مسلسل کئی سال سے حکومتی سطح کے S.S.L.C یعنی دسویں کے امتحانات میں اس کے سو فیصد نتائج خود اپنا سابقہ ریکارڈ توڑ رہے ہیں، تین ہزار سے زائد مسلم طلباء خالص اسلامی ماحول میں عصری تعلیم حاصل کررہے ہیں، مخلوط تعلیم کے بجائے طلباء وطالبات کے لیے الگ الگ نظم ہے، چھوٹی بچیاں اسکارف کے ساتھ اور بڑی طالبات برقعہ وپردہ کے ساتھ اسکول آتی ہیں بنگلور سے قریب شاہراہ سے متصل ایک وسیع اور خوبصورت قطعہ اراضی پر عصری تعلیم کے طلبا کا ایک اقامتی اسکول بھی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ قائم کیا جہاں ان کا ارادہ ندوۃ العلماء کے طرز پر عصری ودینی تعلیم کے امتزاج کے ساتھ ایک نمونہ کے خالص دینی مدرسہ کے قیام کا بھی تھا، اس کے لیے انھوں نے اپنے شیخ ومرشد روحانی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دست مبارک سے دارالقرآن کی ایک مستقل عمارت کا سنگ بنیاد رکھوایا تھا جس کا تعمیری کام اس وقت آخری مراحل میں ہے۔

مولانا مرحوم مسلسل کئی سال سے مستقل علیل چل رہے تھے، تشخیص کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے دونوں گردے خراب ہوچکے ہیں اور اس کی پیوند کاری ناگزیر ہے، مولانا توکلاً علی

اللہ اس کے لیے آمادہ ہو گئے اور ایک غیر مسلم نوجوان نے اپنا گردہ عطیہ کرنے کی پیش کش بھی کی، جب پانچ لاکھ کے صرفہ سے ہونے والے آپریشن کے مراحل قریب آگئے تو مولانا کے اندرون سے ایمانی جذبہ نے صدا لگانی شروع کی کہ ایک غیر مسلم کا گردہ لگا کر زندہ رہنے پر ایمانی ناکارہ گردہ کے ساتھ اپنے رب سے جلد ملنے کو ترجیح دی جائے، ۹۰/۸۰ سال کی طبعی عمر کو پہنچنے والے عمر رسیدہ لوگوں کو بھی امیدوں سے بھری زندگی کے چند بقیہ لمحات عزیز ہوتے ہیں لیکن اس جواں سال عالم دین کے لیے اپنے روحانی وایمانی ولولہ اور جذبہ کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی، بالآخر یہ بات اس غیر مسلم نوجوان تک جب پہنچی تو وہ ان کے اس جذبۂ صادق اور ایمانِ کامل کو سن کر اسی وقت مشرف باسلام ہو گیا اور اس نے اپنے گردوں کو بھی مشرف باسلام کر کے اس کا عطیہ ملت اسلامیہ کے ایک قابل فرزند اور لائق سپوت کی خدمت میں پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آج بھی کسی شخص میں ایمان اپنی اصلی حالت میں موجود ہو تو اس طرح کے ایک نہیں دسیوں واقعات روز پیش آسکتے ہیں، اس آپریشن کے بعد مولانا الحمد للہ اپنی سابقہ علمی ودینی سرگرمیوں میں پہلے سے زیادہ سرگرم عمل نظر آئے اور کوئی نو واردان کو دیکھ کر یہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ مولانا اپنے گردوں کی پیوند کاری کے نازک مرحلہ سے گزر چکے تھے۔

مجھے تو اس حدیث قدسی پر ایمان تھا ہی لیکن اس کا میں نے عملی نمونہ بھی دیکھ لیا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق ہی معاملہ کرتا ہوں "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ"، بقول حضرت حفیظ میرٹھی:

میسر ہو اگر ایمانِ کامل
کہاں کی الجھنیں، کیسے مسائل

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

(ریل کے خطرناک حادثہ میں دعا کی برکت سے بچنے والے مسافروں کی کہانی)

موت کے منہ میں جا کر واپس آنے کا محاورہ سنا تو تھا لیکن دیکھا نہیں تھا، ۲۲/ جولائی ۲۰۰۳ء کو کوکن ریلوے کے ایک خطرناک حادثہ میں نہ صرف اپنے ساتھیوں کو موت کے منہ سے واپس آتے دیکھا بلکہ میں خود بھی واپس آیا، اللہ جسے بچانا چاہے اور اس کی زندگی کا آب ودانہ باقی رکھے تو اسے وہ فضا کی بے پناہ بلندیوں سے گرا کر بھی محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ تین سال قبل روس کی فوج کا ایک جرنل بائیس ہزار فٹ کی بلندی سے جہاز کے ایک حادثہ کے بعد گر کر بچ گیا، ۷/ جولائی ۲۰۰۳ء کو سوڈان ایرویز کا ایک ہوائی جہاز ہزاروں فٹ اوپر فضا کی بلندیوں سے پھٹ کر گرا اور اس میں موجود تمام ایک سو چودہ مسافر ہلاک ہوئے صرف ایک دو سالہ بچہ بچ گیا، عالم اسلام کی مشہور درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابق معتمد تعلیمات اور برصغیر کے مشہور عالم دین حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندویؒ چند سال قبل دہلی سے بریلی جانے کی ٹرین پر سے اس طرح گرے کہ پلیٹ فارم کی دیوار اور ٹرین کی لائن کے درمیان پٹری پر وہ چت پڑے ہوئے تھے اور ان پر سے ٹرین گزر رہی تھی، مولانا شوگر کے مریض تھے اور بائی پاس آپریشن بھی

ہو چکا تھا، ٹرین والوں نے یہ دیکھ کر چلانا شروع کیا کہ ملاّ جی کٹ گئے، لیکن اللہ کو بچانا مقصود تھا، نہ صرف بچایا بلکہ جسم پر کوئی خراش تک نہیں تھی اور نہ کوئی عضو متاثر تھا، اسی طرح کسی کی مدت حیات ختم ہو جائے تو فٹ دو فٹ کے فاصلہ سے گر کر اور زخمی نہ ہو کر بھی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، دارالمصنفین اعظم گڑھ کے سابق ناظم صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب ندوۃ العلماء میں میرے زمانہ طالب علمی کے دوران لکھنؤ میں سائیکل رکشہ سے اس وقت گرے جب ایک گائے سامنے آ گئی اور رکشہ والے نے بریک لگایا، وہ دو ڈھائی فٹ اوپر سے گرے، نہ زخم نہ خراش لیکن اسی وقت جاں بحق ہوئے، ۲۲/ جولائی ۲۰۰۳ء کو ہندوستان میں مغربی ساحل پر کئی سال قبل شروع ہوئے کوکن ریل کے اس وقت کے سب سے بڑے ریلوے حادثہ سے خود ہم لوگ دوچار ہوئے لیکن اللہ نے حیرت انگیز طریقہ پر اپنی قدرت ورحمت کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ ہم سے متصل ڈبے والے درجنوں لوگوں نے اسی وقت زخموں کی تاب نہ لا کر داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم فضل خداوندی سے محفوظ و مامون رہے، جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں ششماہی کی چھٹیوں میں مہاراشٹرا اور گجرات کے مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کے ایک دعوتی دورہ پر دس اساتذہ پر مشتمل ایک وفد سابق مہتمم جامعہ مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ کی قیادت میں روانہ ہوا جس میں مولانا مقبول صاحب ندوی، مولانا شعیب صاحب ندوی، مولانا انصار صاحب ندوی، مولانا اسامہ صاحب ندوی، مولانا افضل صاحب ندوی، مولانا بشیر صاحب ندوی، مولانا ابرار صاحب ندوی اور مولانا عبدالسمیع صاحب ندوی تھے، اتوار کا دن تھا، ہم لوگ دوپہر کورتناگیری مہاراشٹرا جانے کے لیے اپنے ضلع کے ہیڈ کوارٹر کاروار اسٹیشن بذریعہ سومو پہنچے، چونکہ ہمارا ریزرویشن نہیں تھا اور سفر بھی دن میں اور وہ بھی صرف پانچ چھ گھنٹے کا تھا اس لیے ہم لوگ کاروار ممبئی جانے والی ڈبے اسپیشل ٹرین کی جنرل بوگی میں جو پوری خالی تھی آرام سے

بیٹھ گئے اور الگ الگ سیٹوں پر لیٹنے کے لیے اپنا سامان رکھ دیا، چونکہ ٹرین کی روانگی میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی تھی اس لیے ہمارے کچھ ساتھی چائے لانے کے لیے ٹرین سے اترے اور کینٹین کا رخ کیا جہاں ایک ٹی ٹی کی نگاہ ہم پر پڑی، اس نے ہم سے پوچھا: آپ لوگ کہاں جارہے ہیں اور کہاں بیٹھے ہیں، تفصیل سن کر بڑی لجاجت کے ساتھ اس نے کہا: آپ لوگ پیچھے میری ریزرویشن والی بوگی میں آجایئے، ہم نے اس کی بات سنی ان سنی کردی لیکن دوبارہ جب جب بھی اس کے سامنے سے ہم گزرے، وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ آپ لوگ پیچھے میری خالی بوگی میں کیوں نہیں آتے، جب اس کا اصرار بڑھا تو ہم لوگوں نے واپس اپنے کوچ میں جاکر مشورہ کیا، اکثر ساتھیوں کی رائے تھی کہ یہاں سے منتقل ہونے کی چنداں ضرورت نہیں اس لیے کہ بوگی خالی ہے، آرام سے لیٹ کر وقت کٹ جائے گا لیکن بعض ساتھیوں کے اصرار پر بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ ہم لوگ اس ٹی ٹی کی بوگی میں چلے جائیں، خواہی نہ خواہی ہم لوگ اس ٹی ٹی کے کوچ میں آگئے، گاڑی چلی، ہم لوگوں نے سفر کی دعا پڑھی، مغرب کا وقت ہوگیا، چونکہ ہم مسلکاً شافعی تھے، اس لیے نماز کے متعلق اکثر ساتھیوں کا خیال تھا کہ رتناگری پہنچ کر جمع تاخیر کرلیں گے لیکن بعض دوستوں نے اول وقت میں ہی جمع تقدیم کرلی، جو ساتھی نماز پڑھنے سے رہ گئے تھے ان کو ایک ساتھی نے یہ کہہ کر کہ زندگی کا کیا بھروسہ ابھی نماز سے فارغ ہوجائیں جمع تقدیم ان سے بھی کروالی، ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے، سب دوستوں نے اپنی اپنی سیٹ پر اپنے معمولات اور اوراد ووظائف مکمل کرلیے، دوبارہ مجلس جمی، یادوں کے دریچوں سے پرانے تذکروں، تفریحی گفتگو اور قومی مسائل کا سلسلہ پھر چل پڑا، یہاں تک کہ شب کے نو بجنے لگے، ٹرین سے باہر آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، سخت اندھیرا تھا، موسلا دھار بارش ہورہی تھی اور ٹرین اپنی پوری رفتار کے ساتھ فی گھنٹہ پچھتر کلومیٹر کے حساب سے وائی

بھاؤواڑی اور راجہ پور اسٹیشن کے درمیان اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی، اسی دوران کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک ہماری بوگی لڑکھڑانے لگی، دس پندرہ سکینڈ تک یہ سلسلہ جاری رہا، سیٹ پر آمنے سامنے بیٹھے ساتھی ایک دوسرے پر گر گئے اور ایسا محسوس ہوا کہ کسی کھائی میں آہستہ آہستہ ہماری ٹرین اوندھے منہ گر رہی ہے، سب کی زبان سے بے ساختہ بڑی آواز سے کلمہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں، اور یا اللہ یا اللہ کی صدا ہر طرف سے سنائی دینے لگی، کچھ وقفہ کے بعد گارڈ نے بریک لگایا اور ٹرین رک گئی، کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا، کچھ ساتھی دوڑے دوڑے باہر دروازہ کی طرف بھاگے اور نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگے، لیکن پٹریوں پر کمر تک پانی تھا اور گھپ اندھیرا، اس پر بارش کا نہ رکنے والا سلسلہ، مسافروں میں سے کسی نے آواز لگائی کہ کچھ نہیں ہوا ہے، کسی نے زنجیر کھینچ دی ہے، اس لیے ایمرجنسی بریک لگے ہیں جس سے جھٹکے محسوس ہوئے ہیں اور ٹرین رکی ہے، تھوڑی دیر ہی میں ٹرین چلنے لگے گی، آپ سب اپنی اپنی نشستوں پر دوبارہ بیٹھ جائیں، دس پندرہ منٹ تک ہم لوگ بھی یہی سوچ کر اپنے ساتھیوں کو بھی نیچے اترنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے رہے، کچھ دیر کے بعد ہمت کر کے بائیں طرف سے دروازہ کھول کر کے دیکھا تو عجیب نظارہ تھا، سامنے پہاڑ تھا جس پر ٹرین چڑھ گئی تھی اور ہم سے متصل اگلا اے سی ڈبہ خود دوسرے ڈبہ پر چڑھ گیا تھا، ایک دوسروں کو آوازیں دی جانے لگی، دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے اکثر ساتھی اور ٹرین کے دوسرے مسافر نیچے اترے، جب پٹریوں پر موجود کمر تک پانی پار کر کے آگے بڑھنے لگے تو انھیں پانی میں لاشیں ملیں، سب سے پہلے آٹھ نو ماہ کے معصوم بچہ کی ایک لاش ملی، اس کے بعد ایک عورت کی، آگے بڑھتے ہوئے یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا، بارہ تیرہ لاشیں خود ہمارے ساتھیوں نے ہمارے ڈبہ میں پہنچائی، بڑا عجیب قیامت کا منظر تھا، سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ جنرل بوگی جس میں ہم لوگ کچھ گھنٹوں پہلے سوار تھے

اور ٹی ٹی نے ہمیں جہاں سے بڑی منت سماجت سے اٹھوا کر اپنے کوچ میں بٹھایا تھا، وہ پوری طرح کٹ کر ایک دوسرے میں گھل مل کر نا قابل شناخت ہوگئی تھی، کچھ دیر پہلے جن سیٹوں پر ہم بیٹھے ہوئے تھے اس میں صرف بکھری لاشیں تھیں، مدد مدد کی چیخ و پکار تھی، کسی کا ہاتھ کٹ گیا تھا اور کسی کا پیر، کسی کا سر ایک طرف تھا تو دھڑ دوسری طرف، ہمت کر کے ہمارے ساتھی گپ اندھیرے کے باوجود زخمیوں کو بڑی احتیاط سے نکالنے لگے اور لاشوں کو چادروں میں لپیٹ لپیٹ کر اوپر پہنچانے لگے، مسلسل گھنٹہ بھر کام کرنے سے سب کی ہمتیں جواب دینے لگیں، اسی دوران پیچھے سے ریلوے کمک پہنچ گئی اور ہم لوگوں کو مع لاشوں اور زخمیوں کے پیچھے کے ان ڈبوں میں جو صحیح سلامت بچ گئے تھے سوار کر کے واپس کنکولی اسٹیشن لے گئی جہاں پہلے سے اطلاع ملنے کی وجہ سے ایمبولینس اور پولس فورس وغیرہ موجود تھی، دوسرے دن بمبئی پہنچ کر اخبارات سے سرکاری اطلاع کے مطابق ہمیں معلوم ہوا کہ جملہ باون لوگ جاں بحق ہوئے اور سو کے قریب زخمی اس میں اکثریت جنرل بوگی کے مسافروں کی تھی، حادثہ کی وجہ یہ تھی کہ ہماری ٹرین جب پٹری پر پچھتر کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی تو رتنا گری سے ایک کلومیٹر دور ڈرائیور نے دور سے ایک چٹان کو پٹری پر گرا ہوا پایا جو قریب کے پہاڑ سے موسلا دھار بارش کی وجہ سے تھوڑی دیر پہلے پٹری پر گر گئی تھی حالانکہ پندرہ منٹ پہلے اسی پٹری پر دوسری ٹرین گزر چکی تھی، اچانک ڈرائیور نے جب پٹری پر چٹان کو گرا دیکھا تو اس نے ٹرین کو روکنے کی کوشش میں بریک لگائے جس سے سب سے پہلے انجن والی بوگی پٹری سے اتری اور گری اور اس سے متصل ہم سے اگلی چاروں بوگیاں ایک دوسرے پر چڑھ گئیں اور یہ خطرناک حادثہ پیش آیا، جس حیرت انگیز طریقہ پر اللہ نے ایک ٹی ٹی کو ذریعہ بنا کر اس ٹکڑے ہونے والی جنرل بوگی سے ہمیں اٹھا کر اپنا فضل فرمایا، اس کو دیکھ کر ہم سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ نکلا کہ یہ سفر کی اسی دعا کی برکت تھی

جس کے پڑھنے پر حدیث شریف میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ اس کا پڑھنے والا پورے سفر میں اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے اور اسی کی نگہبانی میں، اللہ ہی اس کے لیے کافی ہوتا ہے اور ہر شر سے اس کو وہ محفوظ بھی رکھتا ہے، اس کا اعلان فرشتوں کے ذریعہ بھی ہوتا ہے اور انسان اپنی آنکھوں سے بھی اس کے اثرات دیکھتا ہے، وہ دعا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ کہ میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، تمام طاقتوں وقوتوں کا مالک اور سرچشمہ وہی تنہا ہے، سفر کی اس دعا **سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلیٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ** کی برکت سے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو اللہ جس طرح محفوظ رکھتا ہے اس کے مظاہر ہر جگہ روز ہمیں نظر آتے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان روزمرہ کی ان مسنون دعاؤں کی سفر حضر، اٹھتے بیٹھتے اہتمام سے پابندی کرے جس کے اثرات خود اس دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں اور اس کے پڑھنے پر جو آخرت میں ملنے والا ہے اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ہر طرح کی آزمائش سے بچاؤ کا نسخہ

اعزاز اپنے تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا، اس کی عمر ۴۸ سال تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر طرح سے نوازا تھا، اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں تھی، کم عمری ہی میں اس کی شادی بھی ہوگئی تھی اور اس نے اپنا الگ مکان بھی بنالیا تھا، خاندانی کاروبار میں بھی اس کی حصہ داری تھی لیکن اس نے اپنا الگ کاروبار بھی شروع کیا تھا جس سے اس کی آمدنی کے مزید ذرائع پیدا ہوگئے تھے، وہ اپنے پورے خاندان میں سب سے خوشحال سمجھا جاتا تھا، اپنی غریب پروری اور حسن اخلاق کی وجہ سے وہ سب کا محبوب اور چہیتا بھی تھا، اولاد میں اس کی بیٹی عطیہ بتول سب سے بڑی تھی جس نے دسویں یعنی میٹرک میں اول نمبر سے کامیاب ہونے کے باوجود کالج میں طلباء وطالبات کی مخلوط تعلیم کی وجہ سے داخلہ سے انکار کردیا تھا اور اپنے شہر کے لڑکیوں کے ایک دینی مدرسہ میں تین سالہ عالمیت کے کورس میں داخلہ لیا تھا، اپنی تمام سہیلیوں اور محلّہ وخاندان میں قدرت کی طرف سے عطا کردہ غیر معمولی حسن وجمال کے علاوہ حیاء وعفت اور اپنے اخلاق کی وجہ سے وہ سب کی منظور نظر تھی، ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ بہو بن کر ان کے گھر کی زینت بنے، عالمیت کے دوسرے سال اعزاز نے ایک دیندار پڑھے لکھے اپنے قریبی عزیز سے اس کا رشتہ طے کردیا تھا اور عالمیت کے تیسرے سال امتحان کے بعد شادی بھی طے کردی تھی، دن تیزی سے گزر رہے تھے، شادی کی تاریخیں قریب آرہی تھیں، اعزاز بھی اپنی پہلی ولاڈلی بیٹی کی شادی کے دن گن رہا

تھا، پورے گھر میں بھی اس کے لیے ہر طرح کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں، گھر کے رنگ روغن کے علاوہ اس نے زیورات و کپڑوں کی خریداری بھی مکمل کرلی تھی، اچانک ایک دن بتول کی طبیعت بگڑ گئی اور پیٹ میں نا قابل برداشت درد کی وجہ سے اس کی حالت غیر ہو گئی، مسلسل قئے نے اس کو بے حال کر دیا، فیملی ڈاکٹر کو دکھایا گیا، اس پر بھی جب افاقہ نہیں ہوا تو قریب ہی واقع شہر کے مشہور ہسپتال میں اس کو داخل کیا گیا، وہاں بھی جب اس کو افاقہ نہیں ہوا تو ڈاکٹر نے اعزاز کو مشورہ دیا کہ بتول کے پیٹ کا اسکین کیا جائے تا کہ صحیح صورتِ حال سامنے آسکے، لیبارٹری سے پیشاب وخون کی رپورٹ کے ساتھ جب اسکین رپورٹ بھی موصول ہوئی تو اعزاز کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پیروں تلے اس کی زمین کھسک گئی جب ڈاکٹر کی زبان سے اس نے یہ سنا کہ بتول کو کینسر کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے، ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً کسی کینسر کے ماہر سے رجوع کریں اور اس کے علاج میں تاخیر نہ کریں، بتول کو بھی اپنی رپورٹ کا شدت سے انتظار تھا، افسردگی و مایوسی کی حالت میں ابو کے کمرہ میں داخل ہونے کے بعد اس کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ رپورٹ حوصلہ افزا نہیں ہے، بتول کے اصرار کے باوجود اعزاز صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا رہا کہ بیٹی :۔ کوئی بات نہیں ہے، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، یہاں سے قریب کالی کٹ میں پیٹ کی بیماریوں کا ماہر ڈاکٹر ہے، جلد اور مکمل علاج کے لیے یہاں کے ڈاکٹر نے ہمیں وہاں جانے کا مشورہ دیا ہے، بتول نے کہا کہ ابو جب تک آپ سچ سچ نہیں بتائیں گے میں نہ کوئی گولی کھاؤں گی اور نہ دوا، ہمارا رب جو مالک ہے بیماری کا وہی مالک ہے صحت کا بھی، کوئی منفی بات ہوگی تو ہم اسی سے رجوع کریں گے اور اسی سے پھر ایک بار دست بدعا ہوں گے، آپ کیوں گھبراتے ہیں، یہ سن کر اعزاز کو بتانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، تفصیل سننا تھا

کہ بتول کی زبان سے بے ساختہ یہ پُر اعتماد جملہ نکلا کہ ابو:۔ مجھے کوئی اور بیماری تو ہوسکتی ہے لیکن کینسر کا مرض مجھے لاحق نہیں ہوسکتا، اعزاز حیرت میں پڑ گیا، اس نے پوچھا: بیٹی ! کیا بات ہے، ڈاکٹر ہر قسم کے ٹسٹ کے بعد ایک نتیجے پر پہنچے ہیں اور تم اس سے انکار کررہی ہو، بتول نے کہا کہ ابو:۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے ایک حدیث پڑھی تھی، اللہ کے رسول نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی کو کسی آزمائش و بیماری میں مبتلا دیکھے اور اس مصیبت یا بیماری میں اپنے مبتلا نہ ہونے پر پیشگی اللہ کا شکرادا کرے تو یہ بیماری اس کو کبھی لاحق ہی نہیں ہوسکتی، چاہے کچھ بھی ہوجائے، ابو:۔ جب سے میں نے آنکھ کھولی ہے اور ہوش سنبھالا ہے تو میں نے سنا ہے کہ دنیا کی سب سے خطرناک اور موذی بیماری کینسر کی ہے، اس میں لوگ بہت ہی کم بچ پاتے ہیں، اس میں مبتلا مریضوں کی تکلیف اس قدر دردناک ہوتی ہے کہ کسی سے دیکھی نہیں جاسکتی، اس حدیث کے سننے کے بعد جب بھی میں نے کسی کینسر کے مریض کو دیکھا ہے یا کسی کے بارے میں سنا ہے کہ اس کو یہ بیماری لاحق ہوگئی ہے تو میں نے ہمیشہ ان لوگوں کی صحت کے لیے نام لے کر دعا کی ہے اور اللہ کا بار بار اس پر شکر ادا کیا ہے کہ اے رحیم آقا:۔ صرف تیرا احسان وشکر ہے کہ تو نے مجھے اس آزمائش و بیماری سے محفوظ رکھا ہے جس میں فلاں کو تو نے مبتلا کیا ہے اور اپنی مخلوق میں مجھے بہت ساروں پر فضیلت دی ہے، ابو:۔ وہ پوری دعا یوں ہے:

" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً "

ابو! کیا وہ اللہ جو ہمیں روز اور ہمیشہ ہر طرح کی مصیبت سے بچاتا ہے اور بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مانگنے پر اور پیشگی شکرادا کرنے پر ان بیماریوں سے محفوظ نہیں رکھے گا، ابو:۔ مجھے کوئی دوسری بیماری لاحق ہوسکتی ہے لیکن کم از کم

کینسر کی بیماری تو ہو ہی نہیں سکتی، پھر بھی آپ کی مرضی ہے، آپ اطمینان قلب کے لیے کسی اور ماہر ڈاکٹر سے رجوع کریں یا پھر اس ڈاکٹر کے کہنے پر میرا علاج شروع کر دیں۔

اعزاز بتول کی یہ باتیں سن کر مسرت آمیز حیرت میں مبتلا ہو گیا، اس کو امید کی ایک کرن نظر آئی، اس نے جب اپنے بڑے بھائی سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اور ڈاکٹر و بتول کی متضاد باتیں اس کو بتائیں تو اس نے کہا کہ اعزاز:۔ کیوں نہ ہم ایک بار ملک کے سب سے بڑے کینسر علاج کے مرکز ٹاٹا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ برائے کینسر بمبئی سے رجوع کریں جہاں ہر طرح کی یورپ و امریکہ سے درآمد کردہ جدید مشینوں سے بہت ہی باریک بینی سے کینسر کے ٹسٹ ہوتے ہیں، وہاں کی جانچ اگر چہ بہت مہنگی ہوتی ہے لیکن اللہ نے تمہیں اتنے مالی وسائل واسباب دیے ہیں کہ تمہارے لیے ان اخراجات کو برداشت کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے چنانچہ دوسرے ہی دن اعزاز بتول کو ہوائی جہاز سے بمبئی لے آیا اور ہسپتال میں بھرتی کر دیا وہاں کینسر کے ماہر ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ اگر آپ اطمینان بخش اور تفصیلی رپورٹ چاہتے ہیں تو دو تین دن آپ کو انتظار کرنا پڑے گا اور اس کے اخراجات بھی کسی عام آپریشن سے کم نہیں ہوں گے، اعزاز نے جب ہاں کہا تو بتول کے متعدد ٹسٹ شروع ہوئے، ادھر اعزاز برابر خدا تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے تھا اور گھر میں بھی سب لوگ اس بڑے ہسپتال کی رپورٹ کے منتظر تھے، چوتھے دن ڈاکٹر نے پیغام بھیجا کہ اعزاز ان کے آفس میں آ کر ملاقات کرے، اعزاز کا دل دھڑکنے لگا، اس نے دل ہی دل میں اللہ سے کہا کہ اے اللہ جب تمام سہارے ختم ہو جاتے ہیں تو صرف تیرا ہی سہارا باقی رہتا ہے، میری نہیں اے اللہ کم از کم تو اپنی اس پُراعتماد بندی کے تجھ پر یقین و بھروسہ کی لاج رکھ کر خوش کن خبر سنا دے، ڈاکٹر کے کیبن میں داخل ہوتے وقت جب ڈاکٹر پر اعزاز کی نظر پڑی تو امید کی پہلی کرن اس طرح نظر آئی کہ ڈاکٹر مسکرا رہا تھا اور دور سے ہی مبارک مبارک کہہ رہا تھا، اس نے کہا کہ اعزاز

صاحب! آپ کی بچی کی رپورٹ تو ہمارے طبی اصولوں کے مطابق ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ اس کا نتیجہ اس کے مطابق نہیں ہے، اعزاز نے کہا ڈاکٹر صاحب میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا، ڈاکٹر نے کہا اس کی تفصیل یوں ہے کہ بچی میں کینسر پیدا ہونے کے تمام اسباب موجود ہیں لیکن اس کے باوجود کینسر کا عارضہ لاحق نہیں ہوا ہے، لگتا ہے اوپر والا آپ پر بڑا مہربان ہے، اس طرح کے کیس ہمارے پاس ہزاروں مریضوں میں بمشکل ایک دو ہوتے ہیں، ہم نے آپ سے پوچھے بغیر اس حیرت انگیز رپورٹ کے بعد مزید کئی طرح کے اور بھی ٹیسٹ کروائے لیکن رپورٹ ہمیشہ مثبت ہی رہی، اعزاز کی آنکھوں سے یہ سن کر بے اختیار خوشی کے آنسو نکل پڑے، اس نے دل ہی دل میں الحمدللہ کہا اور اللہ کا شکر ادا کیا پھر ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا، ڈاکٹر نے کہا کہ آپ اوپر والے کا شکریہ ادا کیجئے، یہ صرف اسی کی مہربانی ہے، اعزاز نے واپس آکر جب بتول کو بھی یہ خوش کن رپورٹ سنائی تو اس نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا، صرف اتنا کہا کہ ابو:۔ اس رپورٹ نے اللہ پر آپ کے ایمان کو مضبوط کیا ہے ورنہ حدیث کی اس دعا کی برکت سے کینسر سے حفاظت کا یقین تو مجھے پہلے ہی سے تھا، اعزاز نے اسی وقت فون کے ذریعہ گھر والوں کو بھی خوش خبری سنائی اور وہاں بھی افسردگی و مایوسی کی فضا میں اچانک خوشی و مسرت کا ماحول پیدا ہو گیا گویا پورے گھر میں عید کا سماں تھا اور بتول کی شادی کا پیشگی جشن بھی، اسی سال بتول کی شادی بھی ہوئی اور اگلے سال ہی وہ ایک بچہ کی ماں بھی بن گئی، اور الحمدللہ اب تک وہ معمول کے مطابق نارمل زندگی ہی گزار رہی ہے، اس خطرناک اور موذی مرض سے حفاظت پر وہ اب بھی روز اللہ کا شکر ادا کرنا نہیں بھولتی ہے۔

وقت پر نماز کی ادائیگی نے خطرناک حادثہ سے بچایا

۱۹۸۷ء کا زمانہ، جامعہ اسلامیہ بھٹکل سے میری عالمیت کا آخری سال، جامعہ میں شہر سے طلباء کو لانے لے جانے کے لیے پہلی دفعہ نئی بس خریدی گئی تھی، ہمارے مربی ومحسن مرحوم منیری صاحب کی نظامت کا سنہرا دور تھا، وہ طلباء سے اپنی غیر معمولی محبت وشفقت کی وجہ سے اکثر ان کے نازنخرے بھی برداشت کرتے تھے، ان کی اس پُرکشش طبیعت ومزاج کو دیکھتے ہوئے ہم لوگوں نے ان سے ایک دن اس کا مطالبہ کر دیا کہ ہمیں جامعہ کی گاڑی پکنک جانے کے لیے فراہم کر دیں، ان کے دوسرے رفقاء نے ان کو سختی سے منع بھی کیا کہ مدرسہ کی گاڑی کی پرمٹ صرف شہر کے لیے ہے، باہر جانے نہ دیں لیکن ہم طلباء کے مسلسل محبت بھرے اصرار پر انھوں نے اپنی ذمہ داری پر ایک دن کے لیے ہمیں گاڑی دے دی ہم لوگوں نے بھٹکل سے تقریباً سو کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع مشہور عالمی آبشار جوگ فالس جانے کا پروگرام بنایا جہاں ہزاروں فٹ کی بلندی سے کوہ قامت پہاڑوں کی چوٹیوں سے گرنے والے آبشار کے نظارے کے لیے ہمیشہ ملکی وغیر ملکی سیاحوں کا تانتا لگا رہتا ہے وہاں زیر زمین ایک پوری دنیا آباد کی گئی ہے جہاں آبشار سے گرنے والے پانی سے بجلی تیار کی جاتی ہے جو خود اپنی ریاست کے علاوہ ملک کے مختلف صوبوں میں سپلائی کی جاتی ہے

اس زیر زمین بجلی کے کارخانے میں جانے کے لیے سیاحوں کو جس ٹرین نما ڈبہ اور گاڑی سے نیچے پہنچایا جاتا ہے اس کا خطرناک نظارہ کسی کمزوردل انسان کے بس کی بات نہیں ہے متعدد دفعہ اس معلق ٹرین کی لوہے کی زنجیروں کے ٹوٹ جانے سے متعدد جانیں بھی جاچکی ہیں لیکن آنے والے سیاح پھر بھی اس پر سے نیچے اترنے سے نہیں چونکتے ،اس کے علاوہ حدنظر تک نظر آنے والے پانی کے ڈیم کی وسعت اوراس میں جمع ہونے والے زائد پانی کو باہر کھیتوں میں چھوڑنے کے لیے بنائے گئے کوہ قامت لوہے کے دروازے اوراس سے پانی چھوڑنے کے مناظر بھی دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، جوگ فالس کی یہی وہ خصوصیت ہے کہ ہر مرتبہ جانے پر ایک نیا لطف وسرور محسوس ہوتا ہے، ہم لوگ بھی اس سے قبل کئی بار اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں جاچکے تھے لیکن اس مرتبہ اپنے مدرسہ کے ساتھیوں کے ساتھ پکنک منانے کا لطف ہی کچھ اور تھا، حسب پروگرام ہم لوگ علی الصبح فجر پڑھ کر جوگ فالس کے لیے روانہ ہوئے، دن بھر وہاں رہ کر اوران قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوکر سورج ڈھلنے سے قبل ہی وہاں سے واپس روانہ ہوئے تا کہ نشیب وفراز اور پیچ وخم والی جنگلوں سے گھری ان پہاڑوں پر بنی سڑکوں کے نظارے سے پھر ایک بار لطف اندوز ہوسکیں گھڑی دیکھ کر مغرب کی اذان کے وقت راستے میں ایک جگہ رک گئے، اذان دی اور مسلک شافعی کے مطابق جمع بین الصلاتین ادا کرکے پھر سوئے منزل روانہ ہوئے، گاڑی پر بیٹھنے کے بعد معمول کے مطابق اپنے قومی نوائطی گیتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جس میں حمد ونعت اور درود وسلام کے علاوہ شادی بیاہ اورغمی وخوشی کے موقع پر پڑھے جانے والے مختلف نغمے وگیت شامل تھے، دن بھر کی تھکاوٹ سے ہمارے ساتھی ایک ایک کرکے عالم خواب میں پہنچ گئے یہاں تک کہ کچھ ہی دیر میں یہ سلسلہ خود بخود بند ہوگیا، ڈرائیور محمود بھی ہماری طرح

تھکا ہوا تھا جب تک باتوں اور نغموں کا سلسلہ جاری رہا اس کو بھی اپنی تھکاوٹ کا احساس نہیں رہا اور وہ بھی تیڑھی میڑھی بل کھاتی سڑک پر گاڑی چلاتا رہا، اسی دوران غیر شعوری طور پر اچانک نیند کے ایک جھونکے نے اس پر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ہاتھ نے گاڑی کی اسٹیرنگ کو دائیں مڑنے والی سڑک کے بجائے بائیں ایک خطرناک جنگل کی کھائی میں موڑ دیا، پھر کیا تھا جنگل کے درختوں کو کھٹا کھٹ کاٹتے ہوئے منہ کے بل ہماری گاڑی اندھیرے میں نیچے جانے لگی، گھبراہٹ میں سب کی آنکھیں کھل گئیں اور ایک دوسرے پر گرتے پڑتے چند ہی منٹوں میں گاڑی ایک بڑے درخت سے ٹکرا کر رک گئی بے اختیار ہر طرف سے یا اللہ یا اللہ اور لا اِلٰہ اِلا اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں، گھپ اندھیرا، جنگل کی گہرائی، کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، بالآخر ایک ساتھی نے ہمت کر کے دروازہ کھولنے کی کوشش کی جو الحمدللہ کھل گیا اور احتیاط سے سب باہر آ گئے اور ایک دوسرے کی خیریت پوچھنے لگے، سب کی زبان پر یہی تھا کہ الحمدللہ میں ہر طرح سے محفوظ ہوں، آپ کیسے ہیں، جب سب بسلامت باہر نکلے اور سب کے بارے میں یقین ہو گیا کہ محفوظ ہیں تو کسی طرح پہلی فرصت میں اوپر سڑک پر پہنچنے کا فیصلہ ہوا، سب کے جوتے چپل گاڑی ہی میں رہ گئے تھے، ننگے پیر خاردار جھاڑیوں سے ہوتے ہوئے کانٹے دار درختوں کا سہارا لیے اللہ کا نام لے کر اوپر چڑھنے لگے اور کسی طرح سڑک پر پہنچ گئے، کھلے آسمان کے نیچے سڑک کے ایک کنارے کھڑے ہو کر سب نے اجتماعی دعا کی، اللہ سے معافی مانگیں اور اس کے اس احسان و کرم پر رو رو کر شکر ادا کیا، اب مسئلہ آگے کا تھا، اس سنسان راستے میں اس وقت نہ کوئی آدم تھا اور نہ آدم زاد، نہ کوئی سواری تھی اور نہ دور دور تک اس کا امکان، بالآخر طویل انتظار کے بعد ایک ٹرک یہاں سے واپس جوگ فالس جاتے ہوئے پہنچا، سب کا یہی فیصلہ

تھا کہ رات یہاں اس حالت میں بیچ سڑک پر پڑے رہنے سے اچھا ہے کہ کہیں آبادی میں جا کر پناہ لی جائے، ٹرک والے کو روک کر پوری حالت بیان کی گئی، اس نے ہم سب کو جوگ فالس کے قریب کارگل نامی گاؤں میں پہنچا دیا جہاں ہمارے جامعہ کے کمپاونڈ سے متصل رہنے والے ماسٹر عبدالکریم صاحب کی صاحبزادی رہتی تھی، ان کا مکان تلاش کیا گیا، کسی طرح وہاں پہنچ کر پوری صورتِ حال ان کے سامنے رکھی گئی، انھوں نے اسی وقت اپنے مکان میں ہم سب کے قیام کا نظم کیا، رات کو حادثہ کے بعد کارگل آتے ہوئے ہمارے ایک ساتھی نے ہوش وحواس کھونے والی اس کیفیت میں بھی عقلمندی کا ایک کام کیا تھا اور اس نے سڑک کے کنارے جس جنگل کی کھائی سے ہم اوپر آئے تھے اس جگہ ایک کپڑا بدن سے نکال کر لٹکا دیا تھا تا کہ دوسرے دن گاڑی واپس نکالنے کے لیے آنے پر اس جگہ کی شناخت ہو سکے، علی الصبح ہم لوگوں نے منیری صاحب کو روتے روتے فون کیا کہ رات اس اس طرح کا حادثہ پیش آیا ہے اور ہم سب اس وقت فلاں جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں، اللہ نے ہم سب کو اپنے فضل سے ہر طرح سے محفوظ رکھا ہے، براہِ کرم ہم سب کے گھروں میں خیریت سے ہونے اور بچ جانے کی اطلاع کر دیں، جب منیری صاحب نے صبح صبح سب کے گھروں میں اس کی اطلاع کر دی تو پورے شہر میں کہرام مچ گیا اور بہت بڑی تعداد میں شہر کے نوجوان اور ہمارے رشتہ دار و دوست احباب اسکوٹروں اور کاروں پر بذاتِ خود ہم سب کی خیریت معلوم کرنے کے لیے جوگ فالس نکل پڑے، ادھر سے ہم لوگ بھی علی الصبح فجر پڑھ کر گھر آنے کے لیے ایک ٹرک کے ذریعہ نکل چکے تھے، راستے ہی میں اس نشان زدہ جنگل کے کنارے اترے، کچھ ہی دیر میں منیری صاحب بھی شرالی محمد علی صاحب و دیگر ساتھیوں کے ساتھ کار سے پہنچ گئے اور شہر کے دوسرے نوجوان اور ذمہ داران

بھی، ہم منیری صاحب سے مل کر لپٹ کر رونے لگے، وہ بار بار اللہ کا شکر ادا کرنے لگے کہ اس نے محض اپنے فضل سے جامعہ کی لاج رکھی اور اس کو بدنامی سے بچایا، ورنہ یہ حادثہ کوئی اور رنگ دکھاتا تو میں شہر میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا، پھر شہر سے آنے والے نوجوانوں نے ہم سے دریافت کیا کہ حادثہ والی گاڑی کہاں ہے، ہم لوگوں نے کہا: اس جگہ بہت نیچے پھنسی ہوئی ہے، کچھ لوگوں نے نیچے اترنے کی کوشش کی لیکن ہمت ہار کر یہ کہتے ہوئے واپس آئے کہ پوری کھائی جو غیر معمولی ڈھلوان والی ہے خار دار جھاڑیوں سے بھری ہوئی ہے، اس میں چلتے ہوئے نیچے اترنا ہمارے لیے نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن ہے، وہ لوگ بار بار ہم سے دریافت کرتے رہے کہ رات کے گھپ اندھیرے میں وہ بھی ننگے پیر آپ لوگ کیسے اوپر آئے، ہم میں سے کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، سوائے اس کے اللہ ہی نے ہم کو پہنچایا، ورنہ ان حالات میں اوپر آنا کسی کے بس میں نہیں تھا، بڑی کوشش سے کچھ ساتھی کچھ دیر کے بعد نیچے جا کر واپس آئے، انھوں نے گاڑی کی جو صورتِ حال بیان کی وہ حیرت انگیز ہی نہیں اللہ کی کمالِ قدرت کی عجیب نشانی تھی، ان کا کہنا تھا کہ گاڑی کم از کم اسّی فٹ گہرائی میں ڈھلوان پر پھیلے ہوئے تمام درختوں کو کاٹتے ہوئے بہت نیچے ایک بہت بڑے درخت کے سہارے منہ کے بل گری ہوئی ہے اور عین اس درخت کے نیچے ایک ندی ہے، اگر یہ درخت نہ ہوتو گاڑی کو ندی میں ڈوبنے سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے یعنی خدانخواستہ گاڑی ندی کے اندر گر جاتی تو کسی کے بچنے کے امکانات تو درکنار کسی لاش کا دور دور تک پتہ بھی نہیں لگتا اور ہمارے ورثاء و متعلقین کو زندگی بھر کسی حادثہ میں ہمارے جاں بحق ہونے کا علم بھی نہیں ہوتا اور وہ یہی سمجھتے رہتے کہ زمین نے ہم سب کو نگل لیا ہے، گاڑی کا پورہ حصہ سامنے کا ناقابل شناخت ہوکر چپک کر ایک دوسرے میں گھس گیا تھا، ہم سب ساتھیوں کا یہ یقین تھا کہ اللہ نے محض اپنے فضل سے ہم سب کو راستے

میں وقت پر مغرب وعشاء کی نماز کی ادائیگی کی برکت سے بچایا، ورنہ ہم اپنی بداعمالیوں اور گناہوں کی بدولت اللہ کی طرف سے اس رحم وکرم کے مستحق نہیں تھے، ہم سب کے لیے آئندہ کی زندگی میں سنبھل سنبھل کر قدم رکھنے کے لیے یہ ایک تنبیہ بھی تھی۔ زبانِ حال سے ہم سب گویا تھے:

رَبَّنَاظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ

کہ اے اللہ ہمیں اس کا اقرار بھی اور اعتراف بھی کہ خود ہم نے اپنی جانوں پر بہت ظلم کیا ہے، اگر آپ کی طرف سے بخشش اور رحم کا معاملہ نہ ہوا تو ہم یقیناً خسارہ والوں میں ہوں گے۔

پانی نعمت، میٹھا پانی اس سے بڑی نعمت

کئی سال قبل کی بات ہے، سال بھر کی مسلسل تدریسی مصروفیات کے بعد طبیعت میں نشاط وتازگی کے لیے شہر بھٹکل کے ساحل بحیرہ عرب سے آٹھ دس کلومیٹر کے فاصلہ پر موجود ایک جزیرہ پر جا کر پکنک منانے کے لیے ایک چھوٹے سے سمندری جہاز پر ہم دوست احباب کا ایک قافلہ جمعرات کے دن ظہر کے بعد روانہ ہوا، بل کھاتی لہروں اور اوپر اٹھتی موجوں کے درمیان سفر کا لطف ہی کچھ اور تھا، ہمارے رفقاء اس دیدنی منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن میرا ذہن کہیں اور ہی تھا، میں سمندر کی وسعتوں کے پس منظر میں کائنات کی بے پناہ وسعتوں کے متعلق سوچ رہا تھا اور قادر مطلق شہنشاہ کے حسن نظم اور اس کے بے کراں خزانوں کے متعلق متعدد تحقیقی وسائنسی گوشے میرے ذہن میں مستحضر ہو رہے تھے، خود میری تحریر کردہ مختلف جغرافیائی کتابوں کے مختلف ابواب مجھ سے گویا تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ تم جس جزیرہ پر جا رہے ہو وہ نہایت چھوٹا ہے اور چند ہی کلومیٹر کے رقبہ پر مشتمل ہے جب کہ ایسے سات لاکھ جزیرے سمندر میں موجود ہیں، اس میں سب سے بڑا گرین لینڈ کا جزیرہ تنہا اکیس لاکھ پچھتر ہزار چار سو کلومیٹر پر مشتمل ہے، گویا پوری دنیا کا رقبہ کے اعتبار سے دوسرا بڑا ہمارا ملک ہندوستان ان سات لاکھ جزیروں میں سے صرف ایک جزیرہ میں سما سکتا ہے۔

جس سمندر میں ہم سفر کررہے تھے اس کی اوسط گہرائی سترہ ہزار فٹ تھی یعنی دوسرے الفاظ میں اس میں ایک ہزار سات سو منزلہ طویل عمارت کھڑی ہوسکتی ہے، دنیا کے پانچ بڑے سمندروں میں صرف بحرالکاہل کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ تنہا یہ سمندر پوری روئے زمین کی خشکی سے زیادہ جگہ گھیرے ہوئے ہے، بالفاظ دیگر چھ براعظم اس میں سما سکتے ہیں اوراس کا رقبہ ۱۶کروڑ ۵۲ لاکھ مربع کلومیٹر ہے جب کہ جملہ سمندروں کا رقبہ ۳۶کروڑ ۱۱لاکھ مربع کلومیٹر ہے یعنی کرہ ارض کا تقریباً دو تہائی سے زائد حصہ پانی سے گھرا ہوا ہے، جن مچھلیوں کے شکار کے شوق میں ہم جارہے تھے اس کی کثرتِ تعداد کا یہ عالم ہے کہ چند سال قبل اسکاٹ لینڈ کے مچھلی پکڑنے کے مقابلہ میں ایک ارب مچھلیاں بیک وقت پکڑی گئیں تھیں۔

میں اسی سوچ میں گم تھا اور ہمارا جہاز ہچکولے کھاتے ہوئے بل کھاتی لہروں کے درمیان چل رہا تھا، وقفہ وقفہ سے ہمیں دور سمندر میں بعض چٹانیں نظر آتیں تھیں جو کچھ ہی دیر میں غائب بھی ہو جاتی تھیں، ہمارے بعض ساتھیوں نے جہاز کے کپتان سے اس سلسلے میں جب دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ یہ چٹانیں نہیں بلکہ دراصل وھیل مچھلیاں ہیں جو سانس لینے کے لیے سمندر کی سطح پر آجاتی ہیں اور پھر اچانک اندر چلی جاتی ہیں، چٹانوں کی طرح نظر آنے والے یہ حصے ان کی وسیع پیٹھ کے چھوٹے سے حصے ہوتے ہیں، یہ سن کر میرا ذہن اپنی جغرافیہ کی کتاب کے ایک باب کی طرف منتقل ہوا جس میں بتایا گیا ہے کہ ان وھیل مچھلیوں کی چوڑائی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بیس پچیس آدمی صرف اس کے منہ میں بیک وقت کھڑے ہوسکتے ہیں، اس کی لمبائی عام طور پر ڈیڑھ سو فٹ ہوتی ہے اور ایک وقت کی غذا اوسطاً ۸۰/۷۰ کلو یعنی ریاضی کے حساب سے پچاس ہزار کلو غلہ سالانہ صرف ایک وھیل مچھلی

کے لیے مطلوب ہے جب کہ سمندر میں اس طرح کی مچھلیوں کی تعداد کروڑوں سے زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کیا انسانوں کے لیے ہمیشہ تو درکنار صرف ایک وقت ان مچھلیوں کو کھانا کھلانا ممکن ہے میں اپنے ان ہی خیالات میں مست تھا کہ ہمارا جہاز جزیرہ پر لگا اور چھوٹی کشتی کے ذریعہ ہم لوگ جزیرہ پر کچھ ہی دیر میں پہنچ بھی گئے۔

تھوڑی دیر ہم لوگ تیراکی سے لطف اندوز ہوئے، کچھ دیر مغرب سے پہلے ریت پر کبڈی بھی کھیلتے رہے، پھر نہا دھوکر اور کپڑے بدل کر کھانے کے دستر خوان پر پہنچ گئے، اس دوران جب بعض ساتھیوں نے پینے کا پانی طلب کیا تو ہمارے کشتی بان نے یہ کہہ دیا کہ صرف تین کین میٹھا پانی ہے، سنبھال کر رکھیے، واپس جانے تک کل پانی پینے کا یہی ہے، اسراف بالکل نہ کیجیے، یہ سننا تھا کہ میں محو حیرت رہ گیا اور زبانِ حال سے گویا ہوا، یا اللہ ہر طرف پانی، اربوں لیٹر پانی، دائیں پانی، بائیں پانی، جدھر نگاہ دوڑاؤ ادھر پانی اور پھر پانی کی کمی کی شکایت اور احتیاط کی تلقین کیا معنی؟ لیکن مجھے یہ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی کہ پانی تو ہے لیکن کھارا پانی، پیاس بجھانے والا میٹھا پانی، سیراب کرنے والا شیریں پانی، راحت پہنچانے والا ٹھنڈا پانی نہیں ہے، جب میں نے میٹھے پانی کا گلاس منہ کو لگایا تو بے اختیار میری زبان سے نکلا: اے اللہ:۔ تیرا کس قدر شکر ادا کروں تو نے محض اپنے فضل سے میٹھا پانی پلایا، پھر میں نے اپنے معمول کے مطابق پانی پینے کے بعد کی دعا بھی پڑھی، دفعتاً میرا خیال اس کے ترجمہ کی طرف گیا تو احساس ہوا کہ محسن انسانیت و نبی رحمت نے تو ہمیشہ ہر بار پانی پینے کے بعد اس طرح کے شکر و حمد کے کلمات دہرانے کا معمول بنایا تھا اور اپنی امت کو بھی اس کی تعلیم دی تھی کہ وہ کہیں: اے اللہ تیرا ہی شکر ہے کہ تو نے محض اپنے فضل سے میٹھا اور پاکیزہ پانی پلایا، اگر تو چاہتا تو ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بدولت اس کو بھی

کھارا کر دیتا، اگر تو ایسا کرتا تو تجھے حق تھا اور تیرے عین انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہی ہوتا لیکن اے اللہ تو نے ایسا نہیں کیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْباً فُرَاتاً بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجاً بِذُنُوْبِنَا

اس دعا کے پڑھنے کے بعد بالعموم میرا ذہن اقوام متحدہ کے شعبہ صحت کی جانب سے جاری اس رپورٹ کی طرف جاتا ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ کہے جانے والے دور میں بھی دنیا کی نصف سے زائد آبادی یعنی تین ارب لوگ صاف اور پینے کے لائق پانی سے محروم ہیں اور وہ گندا اور گدلا اور غیر معیاری و ناقص پانی پینے پر مجبور ہیں اور آج بھی دیہاتوں میں عورتیں اور بچے علی الصبح میٹھے پانی کے لیے دو دو کلومیٹر دور کنوؤں پر جاتے ہیں، غرض یہ کہ میٹھا پانی ایک ایسی نعمت ہے کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی دولت بھی اس کا بدل نہیں بن سکتی، اس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، ہمارے جسم کا ہر عضو زندہ رہنے کے لیے اس کا محتاج ہے، اس کے بغیر نہ کھانا ہضم ہوسکتا ہے اور نہ جذب ہوسکتا ہے اور نہ اس کے بغیر ہمارا خون گردش کرسکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پانی تو نعمت ہے ہی، میٹھا پانی اس سے بڑی نعمت ہے جس پر اسی ذات بے ہمتا کا ہمیشہ شکر ادا کرنا چاہیے جو روز ہمیں اس نعمت سے نوازتا ہے۔

ہرروزموت کے بعدنئ زندگی پرشکرخداوندی

عبدالاحداورسلیم دونوں بچپن کے گہرے دوست تھے،ایک ہی درجہ میں پڑھے ہوئے، ہم عمروہم مزاج،حسن اتفاق سے ہم کاروبار بھی،ایک ہی شہرکی ایک ہی مارکیٹ میں دونوں کی کپڑوں کی دکانیں تھیں،بڑے شہروں میں ہول سیل خریداری کے لیے عموماً دونوں ایک ہی ساتھ سفربھی کرتے،معمول کے مطابق دونوں رمضان سے قبل گجرات کے شہرسورت پہنچے،دن بھربازارکاجائزہ لیااورواپس اپنے ہوٹل میں رات کوآکرکھاناکھاکرسوگئے،صبح کی نمازکے لیے سلیم بیدارہوا،اس نے عبدالاحدکوبھی جگایادوتین بارآوازدینے کے باوجودوہ بیدارنہیں ہوا،مسجدکے لیے نکلتے ہوئے اس نے پھرایک باراس کوآوازدی،اس پربھی جب وہ بیدارنہیں ہواتویہ سوچ کرکہ اس کورات نینددیرسے آئی ہوگی سلیم مسجدچلاگیا،فجرکی نمازپڑھ کروہ جب واپس کمرے لوٹاتوعبدالاحدبدستورگہری نیندمیں تھااس نے زورسے پکارا عبدالاحد:نمازقضاہورہی ہےتم ابھی تک سورہے ہو،جلدی کرو،اٹھو،نمازپڑھو،لیکن ادھر سے بدستورخاموشی وسکوت سے ہی جواب ملا،سلیم گھبراگیا،اس نے اس کے سینہ پرہاتھ رکھا،سانس بندتھی،نبض ٹٹولی وہ بھی رک گئی تھی،پریشانی وگھبراہٹ کے عالم میں اس نے ہوٹل کے ریسپشن فون کرکےصورتِ حال سے آگاہ کیا،تھوڑی ہی دیرمیں دوآدمی اوپرآئے

انھیں یہ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی کہ عبدالاحد کا کام تمام ہو چکا ہے، سلیم پھر بھی امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا، اس نے یہ سوچ کر کہ ممکن ہے کہ اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی ہو، ہوٹل والوں سے درخواست کی کہ فوراً کسی قریبی ڈاکٹر کو بلایا جائے، اتفاق سے ہوٹل کے سامنے سے محلّہ کے ایک مسلم ڈاکٹر اپنی معمول کی چہل قدمی کرتے ہوئے گزر رہے تھے، ان کو اوپر بلایا گیا، ان کو بھی یہ خبر دینے میں دیر نہیں لگی کہ یہ مسافر آخرت کی طرف کوچ کر چکا ہے، انھوں نے سلیم سے دریافت کیا کہ رات کو سونے سے پہلے عبدالاحد میں بیماری کے کچھ آثار تو نہیں تھے، اس پر سلیم نے کہا کہ ہم دونوں میں قابل رشک صحت تو عبدالاحد ہی کی تھی، اس کے مقابلہ میں میں متعدد بیماریوں کا مجموعہ ہوں، کئی سال سے بی پی ہے، اس پر مستزاد شوگر کا مرض بھی، عبدالاحد نے رات کو سونے سے قبل اپنی کسی تکلیف کا نہ ذکر کیا اور نہ اس کی کسی کیفیت سے اس کے بیمار ہونے کا اندازہ ہوا، اس پر ڈاکٹر نے جو اپنے چہرے بشرے سے کسی عالم دین سے کم نہیں لگ رہے تھے، فرمایا کہ طبی اصولوں کے مطابق کسی شخص کے لیے سونے کے بعد دوبارہ بیدار ہونا اللہ کی اس پر اس دن ایک زائد نعمت ہے، دراصل نیند بھی ایک چھوٹی سی موت ہے، گویا انسان کے لیے سونے کے بعد بیدار ہونا موت کے بعد زندہ ہونے کے برابر ہے، آپ دونوں ایک ساتھ رات کو لیٹ گئے، فرق یہ ہوا کہ ایک کو اللہ نے دوبارہ زندہ کیا اور دوسرا آپ کا ساتھی موت کا سامنا کرنے کے بعد واپس نہیں آیا اور اللہ نے اس کو چھوٹی موت سے بڑی موت میں پہنچا دیا۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ باتیں سن کر سلیم کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا کہ اے اللہ تیرا ہی شکر ہے کہ تو نے مجھے آج رات موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور مجھ پر احسان فرمایا اور میرے ساتھی عبدالاحد کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوسکی، اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بھائی

آپ صرف آج کے لیے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں، یہ نعمت خداوندی تو روز ہم سب پر ہوتی ہے، اسی پس منظر میں ہمارے نبی نے ہر روز صبح بیدار ہونے کے بعد اس دعا کو پڑھنے کی تعلیم دی ہے کہ اے اللہ: ۔تیری ہی تعریف ہے اس پر کہ تو نے ہمیں موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا یعنی حیات بعد الممات کا ایک چھوٹا سا نمونہ دکھایا اور اس وقتی موت کے بعد پھر زندگی عطا کی، اے اللہ مر کر ہم سب کو تیرے ہی پاس حاضر ہونا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَااَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

چھینک ہزار رحمت ہے

عابد حسب معمول رات کو کھانا کھا کر بستر پر لیٹ گیا، اس کی عادت کے مطابق دس پندرہ منٹ میں اس کو نیند آجانی چاہیے تھی لیکن خلاف معمول آج وہ بستر پر مسلسل کروٹیں بدل رہا تھا، نیند کے غلبہ کے باوجود نیند نہیں آرہی تھی اور اس کو اپنی طبیعت میں گرانی محسوس ہورہی تھی، سر بوجھل تھا اور ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اس کے دماغ میں کوئی چیز اٹک گئی ہے، اس سے اس کو سانس لینے میں بھی دشواری محسوس ہورہی تھی، کسی طرح بستر پر لوٹ پوٹ کر اس نے رات گزاری اور صبح ہوتے ہی اس نے اپنے ڈاکٹر کے پاس جاکر رات بھر کی اپنی کیفیت بیان کی، ڈاکٹر نے پوری تفصیل سننے کے بعد اس کی جانچ کی، اس کو اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہیں لگی کہ دراصل عابد کے سر میں ناک کے بانسہ کے اوپر کوئی چیز اٹک گئی ہے جس سے اس کو ان سب تکلیف دہ مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ڈاکٹر نے کہا کہ جو دوا میں آپ کو دے رہا ہوں اس سے آپ کی ناک بہنے لگے گی اور کثرت سے آپ کو چھینکیں آئیں گی، آپ نہ گھبرائیں، یہ میں اس لیے کر رہا ہوں کہ دماغ سے ناک تک جو نالی ہے وہ صاف ہوجائے اور اس میں موجود رکاوٹ باہر نکل جائے تاکہ آپ معمول کے مطابق سانس لے سکیں، گھر جاکر عابد نے دوا لی اور ناشتہ کھا کر بستر پر لیٹ گیا، کچھ ہی دیر میں زور سے اس کو چھینک آئی اور جمی ہوئی سردی کا کچھ حصہ جو گرد وغبار کی آمیزش سے گہرا رنگ لیے ہوئے تھا باہر آگیا اور طبیعت میں اچانک نشاط وراحت کا اس کو احساس ہوا جس کے

بعد بے ساختہ عابد کی زبان سے نکلا اے اللہ: ۔اس چھینک پر تیرا ہی شکر ہے کہ اس نے میری بیماری ومصیبت کو زائل کردیا ورنہ اگر یہ نہ آتی تو تکلیف کا تسلسل برقرار رہتا، پھر اس کو اچانک خیال آیا کہ اللہ کے رسول نے ہر چھینکنے والے کو الحمدللہ کہنے کی اسی لیے تعلیم دی تھی کہ ہر چھینک سے سر و دماغ اور ناک وغیرہ میں موجود گندگیوں و آلودگیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے، آپ کا ارشاد ہے کہ ہر چھینکنے والا چھینک کی اس نعمت پر الحمدللہ کہے، سننے والا اس کو رحمت کی دعا دے اور یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے، اس کے جواب میں وہ بھی اس کو ہدایت کی دعا دے اور یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے۔

ہمیں روز متعدد بار چھینک آتی ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے سر و دماغ اور ناک کی کتنی غلاظتیں اور گندگیاں باہر آتی ہیں اور ہمارے لیے راحت کا سبب بنتی ہیں، اگر خدانخواستہ ان چھینکوں کا فطری وقدرتی سلسلہ بند ہو جائے تو ہم کتنی بیماریوں اور آزمائشوں سے دوچار ہو جائیں اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے، درحقیقت چھینک اللہ کی بڑی رحمت ہے اور اس پر ہمیں اللہ کا ہر بار شکرادا کرنا چاہیے اسی پس منظر وتناظر میں چھینک آنے پر الحمدللہ کہنے کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔

سحر سے پیشگی حفاظت کا قرآنی نسخہ کیمیا

ابراہیم اپنی خاندانی روایات سے ہٹ کر ایک مدرسہ میں زیر تعلیم تھا، اللہ نے اس کو غیر معمولی حافظہ اور ذہانت سے نوازا تھا، جب درجہ میں وہ ایک دفعہ اپنے استاذ سے سبق سنتا تو اس کو یاد ہو جاتا، سال بھر کے مختلف امتحانات سہ ماہی و ششماہی میں وہ کبھی دوم نمبر سے کامیاب ہوتا تو کبھی اول نمبر سے، لیکن گزشتہ کئی سالوں سے وہ سالانہ امتحانات میں برابر اول نمبر ہی پر آ رہا تھا، اس کے کئی ساتھی جو اس سے کئی گنا رات دن محنت کرتے اس کا مقابلہ نہیں کر پا رہے تھے، بالآخر زاہد کو جو اس کا کئی سال سے اسی درجہ میں ساتھی تھا اور ہر سال اس سے مقابلہ کی ناکام کوشش کرتا شیطان نے ایک ترکیب سجھائی کہ وہ کسی ساحر یا عامل سے اس کو زیر کرے اس طرح کہ وہ عین امتحان میں اپنی یاد کی ہوئی چیزیں بھول جائے، کچھ لکھ نہ سکے اور نتیجتاً ناکام نہ سہی اول آنے سے رہ جائے، زاہد کے لیے مشکل یہ تھی کہ وہ شہر میں کھلم کھلا اور علی الاعلان اس طرح کے ناجائز و خلاف شریعت کام کے لیے کسی عامل سے رجوع نہیں کر سکتا تھا، اس طرح کے لوگوں سے ملنا اور ان کے یہاں آنا جانا ہی اس کو شک کے دائرے میں لانے کے لیے کافی تھا، وہ کئی دن تک سوچتا رہا، بالآخر ابلیس لعین نے اس کو اس کا بھی حل بتایا، وہ یہ کہ وہ ملک کے کسی نامور و خوش عقیدہ عامل سے خط و کتابت کے ذریعہ رجوع کرے، زاہد نے کسی طرح ایک بڑے شہر میں موجود نامور عامل کا پتہ حاصل کر لیا اور خط کے ذریعہ ابراہیم کو زیر کرنے کی اپنی اس خواہش کا اس سے اظہار بھی کر دیا، اس عامل نے جوابی خط میں زاہد سے ابراہیم کے متعلق وہ تفصیلات طلب کیں جس

کی اس کو اس غیر شرعی عمل میں ضرورت تھی یعنی اس کا اور اس کے والدین کا نام، عمر پتہ وغیرہ، ادھر زاہد مطمئن تھا کہ اس مرتبہ وہ ضرور امتحان میں ابراہیم سے بازی لے جائے گا ورنہ کم از کم ابراہیم تو اول آنے سے ضرور رہ جائے گا لیکن وہ یہ بھول گیا تھا کہ بیماری کے ساتھ علاج کی طرح اللہ نے زہر کے ساتھ تریاق اور سحر و جادو کے ساتھ اس کا توڑ بھی رکھا ہے، عامل کے خط سے زاہد کو معلوم ہوا کہ اس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے اور اس کا اثر جلد ہی ظاہر ہونے والا ہے، عامل کی پیشنگوئی کے مطابق زاہد مسلسل کئی ماہ تک ابراہیم کا برابر جائزہ لیتا رہا کہ اس سفلی عمل کا کیا منفی اثر اس پر مرتب ہو رہا ہے، کیا اس کی طبیعت بجھی بجھی سے رہتی ہے، کیا وہ ہمیشہ سوتا رہتا ہے یا اس کی طبیعت خراب رہتی ہے یا وہ خلافِ عادت درجہ سے غائب رہنے لگا ہے لیکن اس کو تعجب ہوا کہ اس طرح کا کوئی اثر کئی ماہ کے انتظار کے باوجود اس پر مرتب نہیں ہو رہا تھا، بالآخر اس نے عامل سے رجوع کیا تو وہاں سے جواب آیا کہ آپ کے ساتھی کو ہمارے اس عمل کا چونکہ پیشگی علم ہو گیا ہے اور اس نے اس کا توڑ بھی پہلے ہی سے کر لیا ہے، اس لیے ہمارے سحر کا اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے لیکن زاہد کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ابراہیم کو اس کا کیسے علم ہو گیا، اگر واقعی اس کو علم ہو گیا ہوتا تو وہ اس کے ساتھ پہلے ہی کی طرح بے تکلف کیوں ہے اور اس سلسلے میں اس کی طرف سے کسی ناگواری کا اظہار کیوں نہیں ہو رہا ہے، حقیقت بھی یہی تھی کہ ابراہیم اس کی حرکت سے لاعلم ہی تھا لیکن دوسری طرف زاہد بے چین تھا کہ کسی طرح یہ گتھی سلجھ جائے کہ ملک کے نامور عامل بھی ابراہیم کے سلسلے میں ناکام کیوں ہیں۔

عامل کے اس شہر میں اس کے مدرسہ میں ابراہیم کے گاؤں کے کچھ طلباء زیر تعلیم تھے، ان سے اس عامل کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس شہر میں صحیح العقیدہ لوگوں کا غلبہ ہے اور وہاں ان کا ایک بڑا مرکزی مدرسہ بھی ہے، ایک دن باتوں باتوں میں اپنے مدرسہ میں زیر تعلیم ایک

طالب علم کواس نے زاہد کے خطوط دکھائے اوراس کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ تمہارے شہر میں ہمارے مسلک وعقیدہ کے خوداسی مدرسہ میں کتنے لوگ موجود ہیں جوخود ہم سے اپنی ضرورت کے لیے رجوع کرنے پر مجبور ہیں، چھٹیوں میں اس طالب علم نے وہ خطوط بطور ثبوت لاکراپنے کچھ دوستوں کو دکھائے جوزاہد کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے، اس طرح زاہد کاپول کھل گیااور مدرسہ کے مہتمم تک بھی بات پہنچ گئی، زاہد کے معافی مانگنے پراس کو چھوڑ دیا گیا، ابراہیم کے ان دوستوں نے جب اس کی اطلاع اس کودی تو ان سب باتوں اور تفصیلات کووہ بڑے ہی اطمینان سے بےفکری کے ساتھ سنتا رہااور یہ کہہ کراس نے اپنے دوستوں کواطمینان دلایا کہ میری طرح اگرتم بھی ان اورادواذ کار کی پابندی کرو جوحدیث شریف میں بتائے گئے ہیں توتم کوبھی اللہ اس طرح کے عمل کے منفی اثرات سے انشاءاللہ محفوظ رکھے گا، جب دوستوں نے اس کی تفصیل جاننی چاہی تواس نے بتایا کہ اس نے بچپن میں ایک دفعہ مدرسہ میں مصلح امت حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا تھا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جومسلمان صبح وشام تین تین مرتبہ **قل ھو اللہ أحد** اور**قل أعوذ برب الفلق** اور**قل أعوذ برب الناس** پڑھ کراپنے اوپر دم کرتا ہے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اس کوسحر کے اثرات سے محفوظ رکھتے ہیں، ابراہیم نے بتایا کہ مولانا کی اس نصیحت کے بعداب تک اس کا پابندی سے تین قل صبح وشام پڑھنے کا برابر معمول ہے، جب اللہ کی توفیق سے میں اس کی پابندی کررہاہوں تو مجھے نہ کسی کا خوف ہے اورنہ کسی سحر و جادو کا اندیشہ، مولانا نے ان دوآخری سورتوں کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ پربعض یہودیوں نے سحر کیا تھا اورآپ پراس کااثر بھی ظاہر ہوگیا تھااسی کے توڑ کے لیےاس موقع پر یہ سورتیں معوذتین کی نازل ہوئی تھیں اوراس کی تلاوت سےآپ پر ہونے والاسحر کااثر زائل ہوگیا تھا۔

تو ہی اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

تصویر کا ایک رخ

(۱) مخدوم گرامی مصلح امت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دبستانِ تھانوی کی آخری شمع تھے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے سب سے کم عمر و آخری خلیفہ بھی، حضرت مولانا کی زندگی سراپا سنت سے تعبیر تھی، آپ کو دیکھ کر خلافِ شریعت کاموں اور بدعات وخرافات سے نفرت ہوجاتی تھی اور سنتوں ومستحبات اور نوافل واذکار کا شوق خود بخود پیدا ہوجاتا تھا، خلافِ شریعت ہی نہیں بلکہ خلافِ سنت کوئی کام حضرت مولانا کی موجودگی میں ہو اور آپ اس پر نکیر نہ فرمائیں ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔

کئی سال قبل کی بات ہے، میں ہردوئی خانقاہ مجلس دعوۃ الحق حضرت مولانا سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا، میرے ساتھ مولوی ابوبکر صدیق خطیبی ندوی بھٹکلی بھی تھے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کی طبیعت سخت ناساز ہے اور ملاقاتوں اور زیارتوں پر پابندی ہے لیکن ہمارے کرم فرما اور حضرت مولانا کے خادمِ خاص مولانا شعیب صاحب نے حضرت کو اس کی اطلاع کر ہی دی اور حضرت نے بھی از راہِ شفقت ومحبت ہمیں عصر بعد اپنے گھر کے اندرونی کمرہ خاص میں حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی، ہم لوگ حاضر

ہوئے دیکھا تو حضرت پر بخار کی وجہ سے کپکپی طاری ہے، چلنے کی سکت نہیں، وہیل چیر پر تشریف فرما ہیں، ناقابل برداشت ٹھنڈی کی وجہ سے کئی کئی سوٹر اور اس پر کمبل اوڑھے ہوئے ہیں، ہاتھوں میں دستانے اور پیر میں موزے ہیں، آواز کے دھیمے پن سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ زکام بھی ہے، غرض یہ کہ سراپا مریض ہیں اور بدن کے ہر ہر عضو سے اس کا صاف پتہ چل رہا ہے، کبرسنی میں ان امراض نے اپنا کیا رنگ دکھایا ہے بتانے کی ضرورت نہیں، اسی دوران ڈاکٹر صاحب حاضر ہوتے ہیں اور سرہانے کھڑے ہو کر سات مرتبہ بلند آواز سے حدیث کی دعا ”اَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ أَنْ یَّشْفِیَکَ“ پڑھ کر دم کر دیتے ہیں پھر مشین سے B.P چک کرتے ہیں، ان کے چہرے کی اداسی اور اس پر پڑنے والی شکن سے ہمیں خود اندازہ ہو رہا ہے کہ B.P معمول سے زیادہ ہی ہے، کچھ دیر کے بعد ہم لوگ سلام کرتے ہوئے مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے خیریت دریافت کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ حضرت طبیعت کیسی ہے اس امید میں کہ ادھر سے جواب آئے گا کہ دعا کیجئے طبیعت سنبھل جائے، رات سے کچھ زیادہ ہی تکلیف ہے، بخار کی بھی شدت ہے اور پورے بدن میں درد بھی، شدت حرارت سے رات بھر سو نہیں سکے ہیں، زکام بھی ہے اور B.P بھی معمول سے زیادہ ہے، لیکن ادھر سے یہ سن کر حیرت ہوتی ہے کہ اس مجموعہ امراض اللہ کے نیک بندہ کی زبان سے ایک حرف شکایت سننے کو نہیں ملتا بلکہ یہی جملہ سننے کو ملتا ہے کہ الحمد للہ اللہ کا شکر ہے۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اللہ والوں اور ہم میں یہی فرق ہے، اللہ والوں کی زبان ہر حال میں اس کے شکر سے تر ہوتی ہے اور وقتی امراض پر شکایت کے بجائے اس کے بے پناہ انعامات واحسانات کا ہمیشہ ان کو استحضار رہتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ شکوہ شکایت کے مفہوم سے بھی شاید واقف نہیں ہوتے۔

(۲) مرحوم منیری صاحب، جامعہ اسلامیہ و جامعۃ الصالحات بھٹکل کے سابق ناظم، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ کے رفیق خاص، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے صحبت یافتہ، ممبئی میں حاجی مسافر خانہ کے روحِ رواں، خادم الحجاج قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ کے قریبی ساتھی اور ماہانہ البلاغ ممبئی کے مدیر مسئول، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن، غرض یہ کہ گونا گوں خصوصیات وامتیازات کے حامل ان سب تفصیلات اوران کی زندگی کے دینی نقوش وکمالات کو جاننے کے لیے مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل سے شائع شدہ ضخیم میگزین ''الحاج محی الدین منیری حیات وخدمات'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

موصوف ۱۹۹۴ء میں ایک مختصر علالت کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انتقال سے کچھ سال قبل ایسے سخت بیمار ہوئے کہ ان کے جانبر ہونے کی امید شاید ہی کسی کو تھی، اس وقت وہ مدراس عائشہ ہسپتال میں زیر علاج تھے، ہم لوگ مولوی مقبول صاحب ندوی ومولوی حافظ ارشاد صاحب صدیقی کے ساتھ عیادت کے لیے وہاں پہنچے، ان کے رشتہ داروں سے معلوم ہوا کہ علاج میں دشواری اس لیے ہورہی ہے کہ تشخیص کے بعد جو رپورٹ آئی ہے اس کے مطابق ان میں اتنی بیماریاں جمع ہوگئی ہیں کہ میڈیکل کالج کے طلبہ کے لیے وہ مرکز تحقیق بن سکتے ہیں اوران کے لیے ریسرچ کا اچھا خاصا مواد خود منیری صاحب میں فراہم ہوسکتا ہے، B.P کنٹرول سے باہر ہے اور شوگر بھی، تنفس کی شکایت بھی پیدا ہوئی ہے اور وزن کی زیادتی نے بھی مسائل پیدا کردیے ہیں، ہم لوگ جب ہسپتال میں ان کے کمرہ میں پہنچے تو وہ درد سے تڑپ رہے تھے اور مسلسل ان کی زبان پر یا اللہ یا اللہ کا وِرد جاری تھا، نیم بے ہوشی اور غنودگی میں بھی وہ وقفہ وقفہ سے یہ کہہ رہے تھے کہ یا اللہ تیرا

شکر ہے کہ تو نے اتنے دن تک بغیر کسی تکلیف کے راحت وآرام کے ساتھ زندہ رکھا، یا اللہ تیرا ہی شکر ہے اور تیرا ہی کرم، عافیت کا معاملہ فرما، ایمان پر خاتمہ فرما، کچھ ہی دیر میں جب وہ ہوش میں آئے اور تکلیف کا احساس کچھ کم ہوا تو ہم لوگوں نے سلام کیا اور سرہانے بیٹھ گئے، ہمیں دیکھ کر بے حد خوش ہوئے، جامعہ کے حالات دریافت کیے، اس گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے وقفہ کے دوران ہم لوگ انتظار میں رہے کہ شاید کوئی لفظ، حرف یا جملہ اپنی بیماری یا تکلیف کے متعلق ان سے سننے کو ملے لیکن اللہ کے اس صابر وشاکر بندے کی زبان سے کوئی حرف شکایت سننے میں نہیں آنا تھا نہیں آیا، وہ بس وقفہ وقفہ سے الحمدللہ الحمدللہ ہی کہتے رہے۔

ان کی اس صابرانہ وشاکرانہ حالت کو دیکھ کر مجھے یہ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی کہ اللہ والوں کی طرح اللہ والوں کے صحبت یافتہ بندوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنی زبانوں کو شکر خداوندی سے تر ہی رکھتے ہیں اور کوئی حرف شکایت ان سے بھی سننے کو نہیں ملتا۔

تصویر کا دوسرا رخ

ایک صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے نوازا ہے وہ خود کماتے ہیں اور اولاد میں بھی کچھ بڑے لڑکے برسر روزگار ہو گئے ہیں، مالی وسعت ہے اور فراخی وخوش حالی بھی لیکن کفرانِ نعمت اور ناشکری میں ان کا ثانی شاید ڈھونڈنے سے ملے۔

ایک دفعہ ملاقات پر میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے آج طبیعت میں اضمحلال نظر آرہا ہے، خیریت تو ہے، اتنا پوچھنا تھا کہ شکایتوں کا انبار لگ گیا، کہنے لگے کیا بتاؤں رات سے سر درد ہے، فجر سے پہلے چار بجے آنکھ کھلی تو پھر نیند ہی نہیں آئی، ہر ہفتہ کچھ نہ کچھ بیماری بدقسمتی سے لگی ہی رہتی ہے، کبھی زکام رہتا ہے تو کبھی بدن میں درد، کبھی سر بھاری رہتا ہے تو

کبھی حرارت، اللہ کے اس بندے کو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی فکر نہیں تھی کہ الحمدللہ رات بھر تو جگنے کی نوبت نہیں آئی، صبح چار بجے تک مسلسل بستر پر چادر تان کر سوتے رہے، صرف ایک ڈیڑھ گھنٹے کا مسئلہ تھا، ان کو سوچنا چاہیے تھا کہ کتنے میرے بھائی بہن اس دن ایسے تھے کہ متعدد تکلیفوں اور بیماریوں کی وجہ سے رات بھر سو نہیں سکے، ان کے مقابلہ میں مجھ پر اللہ کا خاص احسان رہا، دوسری دسیوں بیماریوں سے حفاظت ہوئی اور دیگر مختلف امراض سے بھی اللہ نے بچایا، ان کی اسی ناشکری کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلسل ان کی بیماریوں میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور وقفہ وقفہ سے ایک نیا مرض ان کو لاحق ہوتا گیا، مذکورہ بالا تصویر کے ان دو رخوں کا خلاصہ یوں نکلا کہ جب ایک شخص کو اللہ کے انعامات واحسانات کا احساس ہوتا ہے تو وہ زندگی کے ہر موڑ پر اللہ کا شکر ہی ادا کرتا ہے، وہ کسی خطرناک سڑک حادثہ میں زخمی ہوکر مفلوج ہوجاتا ہے، دونوں پیر فریکچر ہوجاتے ہیں اور دونوں ہاتھ بھی حرکت کے قابل نہیں رہتے، زخموں سے چہرہ ناقابل شناخت ہوجاتا ہے لیکن پھر بھی وہ یہ سوچ کر الحمدللہ کہتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ آنکھ تو سلامت ہے، ناک تو زخمی نہیں ہوئی ہے، زبان تو اللہ نے محفوظ رکھی ہے، اگر اللہ چاہتا تو یہ اعضائے بدن بھی زخمی ہوسکتے تھے، یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے محض اپنے فضل سے اس خطرناک حادثہ میں میری جان بچائی، دیکھنے سننے کی صلاحیت باقی رکھی، ورنہ میں تو اپنے گناہوں کی پاداش میں اپنی ناشکری کے عوض اس سے بڑے اور سخت حادثہ کا مستحق تھا۔

دوسری طرف ایک شخص ہر اعتبار سے صحت مند، فارغ البال، خوشحال اور آسودہ ہے، کبھی کبھار سردی سے چھینکیں آجاتی ہیں، ناک بہنے لگتی ہے، ہلکا سا سر درد ہوجاتا ہے اور کوئی اس سے خیریت دریافت کرتا ہے تو وہ بیماری کا رونا رونے لگتا ہے، اللہ کے سینکڑوں بڑے

احسانات کو بھول کر کہنے لگتا ہے کہ سردی نے ناک میں دم کر دیا ہے، سر درد سے حالت ناقابل برداشت ہو رہی ہے، کیا بتاؤں مجھ پر جو گزر رہی ہے میں ہی جانتا ہوں، رات ٹھیک سے نیند نہیں آئی، کسی پل چین نہیں، اس کی تین بچیوں میں دو کی الحمدللہ شادی ہو گئی ہے، صرف آخری اور چھوٹی رہ گئی ہے، پھر بھی کہتا ہے کہ میری قسمت ہی خراب لگتی ہے کہ جہاں جہاں اس کا رشتہ بھیجتا ہوں واپس آجاتا ہے، یہ بھول جاتا ہے کہ اس کے خاندان اور محلّہ میں کتنے ایسے ہیں جن کی ۳/۳ اور ۴/۴ بیٹیاں ہیں، ان میں سے کسی ایک کی بھی شادی نہیں ہوئی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس کی دو بچیاں تو اپنا گھر بسا چکی ہیں، صرف ایک رہ گئی ہے، وہ بھی صرف ۲۲ سال کی ہے جب کہ دوسروں کی ۳۰/۳۰ اور ۳۲/۳۲ سال کی ہے اسی کو کہا جاتا ہے کہ

تو ہی اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

بچوں کی نظر بد سے حفاظت

عبدالجبار کا شمار شہر کے دین پسند رؤساء میں ہوتا ہے، ان کا وسیع کاروبار ہے، ان کی منجھلی بیٹی رخسانہ کو کئی سالوں کی تمنا کے بعد اللہ نے ایک بیٹا نوید عطا کیا ہے جو اتنا خوبصورت و پیارا اور معصوم ہے کہ جو کوئی اس کو دیکھتا ہے گود میں لیے بغیر نہیں رہتا، لیکن نوید جب سے پیدا ہوا ہے وقفہ وقفہ سے بخار میں مبتلا ہوتا رہتا ہے اور اچانک یہ ہنستا کھیلتا لاڈلا بچہ گم سم رہنے لگتا ہے، عبدالجبار اپنے اس نواسہ کا ہر طرح کا علاج کرواتے ہیں، کچھ دنوں کے لیے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے لیکن وقفہ وقفہ سے آنے والے اس بخار کا سلسلہ رکتا نہیں ہے بالآخر وہ شہر کے ایک بڑے عالم دین سے رجوع کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کو لوگوں کی نظر لگ جاتی ہے جس سے اس کا یہ اثر ہوتا ہے، حدیث میں بھی آیا ہے کہ نظر لگنا برحق ہے، اس کے بعد جب جب بھی نوید کو بخار آتا ہے تو عبدالجبار کسی سے اس کو دم کروا دیتے ہیں جس سے بچہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ باتوں باتوں میں مجھ سے انھوں نے اس کا ذکر کیا تو میں نے ان سے کہا کہ حدیث شریف میں ایک ایسا نسخہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے پیشگی نظر بد سے حفاظت ہو جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ جب بھی اپنے اس لاڈلے نواسہ کو دیکھیں تو یہ کلمات پڑھ کر اس پر دم کریں، اگر ممکن ہو تو ہر دن ورنہ جب جب بھی موقع ملے کہ اے اللہ میں ہر شیطان، بری چیز اور نظر بد سے تیرے تمام کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ''أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

التَّـامَّةِ، مِـنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَآمَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لآمَّةٍ“ اللہ کے رسول ﷺ جب جب بھی اپنی صاحبزادی فاطمہ کے گھر تشریف لے جاتے تو اپنے نواسوں حسن وحسین کو بلا کر یہ کلمات پڑھ کر ان پر ضرور دم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم بھی اپنے صاحبزادوں حضرت اسحاق واسماعیل پر یہ کلمات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

کچھ ہی دنوں کے بعد عبدالجبار صاحب سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھے اس معجزانہ دعا کے اثرات بتائے کہ تب سے الحمدللہ ان کا منّا نوید ہر طرح کی نظر بد سے محفوظ ہو گیا ہے اور بخار کا سلسلہ بھی رک گیا ہے، میں نے ان سے کہا کہ آپ کی اس نواسہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ اس کو چھوڑ کر ایک ہفتہ سے زائد باہر رہنا آپ کے لیے دشوار ومشکل ہے، اس کی ہر طرح کی دنیاوی خواہش وضرورت کی تکمیل کے لیے آپ ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں، سفر سے آتے ہیں تو کھلونے اور چاکلیٹ وٹافی لانا نہیں بھولتے، اب آپ نے اس کو ایسے تحفے دیے ہیں جس میں اس کی دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کا بھی نفع، حضور ﷺ اپنے لاڈلوں وچہیتوں کو کچھ ایسے ہی روحانی تحفے دیا کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل سے جن سے آپ کو بے پناہ محبت تھی آپ نے فرمایا کہ معاذ:۔ دیکھو مجھے تم سے محبت ہے اس لیے تم سے کہتا ہوں کہ ہر فرض نماز کے بعد اس دعا کے پڑھنے کو نہ بھولنا کہ اے اللہ میری اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت پر مدد فرما۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

قرض کی ادائیگی اورغم کے ازالہ کا کارگر نبوی نسخہ

اس دنیا میں کون ہے جس کو مسائل کا سامنا نہیں اور جس کو وقفہ وقفہ سے مصائب اور آزمائشوں سے گزرنا نہیں پڑتا، یہ الگ بات ہے کہ کوئی اس پر صبر کرتا ہے اور دوسروں کو محسوس ہونے نہیں دیتا اور کوئی دوسروں سے اس کا برملا اظہار کرتے ہوئے اپنی مصیبت میں مزید اضافہ ہی کرتا ہے۔

کسی کو قرض کی ادائیگی کی فکر ہے تو کسی کو اپنے کاروبار میں نقصان کی شکایت، کسی کو اپنے کسی قریبی عزیز کی ناگفتہ بہ بیماری کا غم تو کسی کو اپنے رشتہ داروں اور معاصرین کی طرف سے اذیت رسانی اور تحاسد و تباغض کا شکوہ، کسی کی الجھن دینی ہے تو کسی کی دنیاوی، کسی کو اپنی اولاد کے نافرمان ہونے کا دکھ ہے تو کسی کو بیوی کے بے وفا اور بدزبان ہونے یا بھائی بہنوں کی بدسلوکی کا رنج، ان سب سے نجات کے لیے کوئی کسی عامل سے رجوع کرتا ہے تو کوئی تعویذ گنڈے والے شخص سے، اس پر بھی جب اطمینان نہیں ہوتا تو کوئی دوسرا غیراسلامی وغیرشرعی طریقہ اختیار کرتے ہوئے کسی غیرمسلم ماہر عملیات سے رجوع کرنے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا، غرض یہ کہ ایک طرف اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور دولت بھی اور دوسری طرف اسی کے ساتھ اس کا ایمان بھی کمزور ہوتا ہے اور عقیدہ بھی لیکن افسوس کہ اس دوران اس کا اس سلسلے میں اس نبوی علاج کی طرف ذہن نہیں جاتا جس سے ایمان بھی باقی رہتا ہے اور کام بھی بنتا ہے، عقیدہ بھی سلامت رہتا ہے اور غم بھی زائل ہوتا ہے

بشرطیکہ پختہ عزم اور مضبوط ارادے سے اس پر عمل کیا جائے۔

صحابہ کرام بھی ہماری طرح انسان تھے، ان کو بھی اسی طرح کے مسائل ومصائب کا سامنا رہتا تھا لیکن ان میں اور ہم میں فرق صرف یہ تھا کہ وہ ہر حال میں ان سب کا دینی حل ہی تلاش کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک برگزیدہ صحابی حضرت ابوامامہ کو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دفعہ نماز کے بعد خلافِ معمول مسجد میں مغموم حالت میں دیکھا تو آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی، انھوں نے ادباً عرض کیا: یارسول اللہ:۔ پریشانیاں لاحق ہیں اور قرضوں کا بوجھ ہے جس میں میں گھلتا جارہا ہوں، آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ اے ابوامامہ:۔ کیا میں تمہیں ایسا نسخہ نہ بتاؤں اور ایسی دعا نہ سکھاؤں کہ اس کو پڑھنے سے غم بھی زائل ہوجائے اور قرض بھی ادا ہوجائے، ابوامامہ نے عرض کی ضرور یارسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا کہ تم صبح شام یہ دعا پڑھا کرو، اے اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں فکروغم سے، عاجزی وسستی سے، بزدلی وبخل سے، قرضوں کی کثرت اور لوگوں کے ظلم سے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَأَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ.

چند ہی دن گزرے تھے کہ ابوامامہ نے اس معجزانہ دعا کو پابندی سے پڑھنے کا اثر دیکھا اور اللہ کے رسول سے آکر عرض کیا کہ حضور:۔ میرا غم بھی دور ہوا اور قرض بھی ادا ہوا۔

آئینہ میں اپنی شکل نے اللہ کے سینکڑوں انعامات یاد دلائے

گزشتہ سال اخبارات میں ہم میں سے اکثروں نے یہ حیرت انگیز خبر پڑھی تھی اور اس کی تصویر بھی دیکھی تھی کہ ایک عورت نے ایک ایسے بچہ کو جنم دیا جس کے دو سر تھے اور چار آنکھیں اور کمر سے نیچے جسم کا پورا حصہ نارمل اور ایک عام انسان کی طرح تھا جس کی وجہ سے ان کو جڑواں بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔

دنیا کے ہر ملک میں اور ہر سال بلکہ ہر ماہ وقفہ وقفہ سے قدرت کے ان ناقابل دید مناظر کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے، کوئی دنیا میں اس طرح آتا ہے کہ اس کی ناک ہاتھی کی سونڈ کی طرح باہر نکلی ہوتی ہے تو کسی کی ناک ہی نہیں ہوتی، کسی کا سر کھلونے کی گڑیا کی طرح اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ دور سے دیکھنے پر بے سر کا جسم معلوم ہوتا ہے تو کسی بچہ کا سر اتنا بڑا کہ چالیس پچاس سال کے ادھیڑ عمر کا انسان اور یہ سب نقائص ایسے ہوتے ہیں کہ لاکھوں نہیں کروڑوں روپے خرچ کرنے پر بھی اس کا علاج نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس عیب کو دور کیا جا سکتا ہے دراصل اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہیں ان حیرت انگیز شکلوں میں اپنے بعض بندوں کو اس لیے پیدا فرماتے ہیں کہ اس کے دوسرے بندے ان کو دیکھ کر اپنے اوپر اللہ کی طرف سے ہونے والی نعمتوں اور حسن تخلیق کے احسان کو یاد کریں اور اس پر اسی کا شکر ادا کرتے رہیں کہ اس کی بے ہمتا و بے عیب ذات نے بغیر کسی درخواست والتجا اور بغیر کسی استحقاق کے ہمیں اور ہماری اولاد کو بے عیب پیدا کیا اس طرح کہ نہ ہمارے جسم کا کوئی عضو معطل ہے اور نہ آنکھ اندر دھنسی ہوئی ہے، نہ دانت باہر نکلے ہوئے ہیں اور نہ گال پچکے ہوئے ہیں، نہ سر

اتنا بڑا ہے کہ بچے دیکھ کر ڈر جائیں اور نہ اتنا چھوٹا ہے کہ لوگ مذاق اڑائیں، نہ قد بونوں کی طرح چھوٹا ہے اور نہ اتنا لمبا اور عیب دار کہ راستہ چلنے والوں کے لیے ہم تماشہ بن جائیں جب کہ اس طرح کے تمام عیوب ونقائص کے لوگ نہ صرف ہمارے درمیان موجود ہیں بلکہ وقفہ وقفہ سے ایسے لوگ ہمیں دیکھنے کو بھی مل جاتے ہیں، اس معاملہ میں نہ صرف تنہا ہم پر اللہ کا احسان وکرم ہے بلکہ ہمارے والدین، بیوی بچوں اور بھائی بہنوں پر بھی، اگر اللہ چاہتا تو ہمارے بیوی بچوں اور بھائی بہنوں میں سے کسی کے اندر یہ نقص وعیب پیدا کر سکتا تھا اور اس کو کوئی روکنے والا بھی نہیں تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کبھی ہم نے ان انعامات پر اپنے رحیم وکریم آقا اور مالک کا شکر ادا کیا ہے یا کم ازکم اپنی کسی دعا میں خاص ان احسانات کو یاد کر کے دو جملے شکر کے ادا کیے ہیں یا روز جب ہماری نگاہ آئینہ میں اپنی خوبصورت شکل پر پڑتی ہے تو اپنے حبیب ﷺ کی تعلیم کردہ اس شکرانہ کی مندرجہ ذیل دعا کو دہرانے کا ہمارا معمول ہے جب کہ اللہ کی طرف سے ہمیں ملنے والے یہ انعامات ایسے تھے کہ صبح سے شام تک بھی اس پر اس کا ہم شکر ادا کرتے تو اس کا بدلہ نہیں ہوسکتا تھا۔

اگر ہمارا جواب نفی میں ہے تو آیئے آج سے اپنے معمولات میں اس دعا کو شامل کرلیں جس سے اللہ کی ان نعمتوں پر شکر کی عادت پڑتی ہے اور اس احسان مندی پر اللہ ان نعمتوں کو باقی رکھنے کا بھی ہمارے حق میں فیصلہ فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو یہ دعا پڑھو کہ اے اللہ تیری ہی تعریف ہے کہ تو نے ہمیں حسن صورت سے نوازا، تو ہی ہمیں حسن سیرت سے بھی نواز۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ

نہ صرف کھانا دینے پر بلکہ کھلانے پر بھی شکر خداوندی

گزشتہ سال ہمارے ایک صاحب ثروت بزرگ دوست کا ایک مختصر بیماری کے بعد انتقال ہوا، وہ بڑے ہی علم دوست اور دین پسند تھے، اللہ نے انھیں ہر طرح سے نوازا تھا، کسی چیز کی ان کے یہاں کمی نہیں تھی، خود بھی ہمیشہ اچھا کھاتے، اس سے اچھا اور عمدہ دوسروں کو کھلاتے، گزشتہ سال حج سے واپس آئے اور گھر پہنچ کر ایسے بیمار پڑے کہ اسی میں چند ہفتوں کے بعد ان کا انتقال بھی ہوگیا، وفات سے کچھ دنوں قبل میں ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر گیا، بیماری کی جس حالت و کیفیت میں ان کو میں نے پایا اس سے میری طبیعت ہی بجھ گئی، جس بیماری میں وہ مبتلا تھے اس میں ڈاکٹروں کے مطابق ان کو کھانے پینے سے الرجک اور چڑ ہو جاتی تھی، کسی ماکول و مشروب کو اس حالت میں اپنے سے وہ قریب بھی نہیں آنے دیتے، ان کے گھر والوں سے معلوم ہوا کہ کئی دن سے ان کو ایک گلاس دودھ پلانا مشکل ہو رہا ہے جب کہ ہر طرح کے پھل ان کے بیڈروم میں لائے جا رہے تھے، گھر والے وقفہ وقفہ سے ٹھنڈی، گرم، نمکین، پھیکی اور میٹھی چیزیں ان کو دے رہے تھے لیکن وہ تھے کہ چھوٹے بچے کی طرح مسلسل انکار ہی کر رہے تھے۔

ان کی یہ حالت دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صرف کھانا دینے پر اللہ کے شکر پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ کھلانے اور منہ سے پیٹ میں پہنچانے پر الگ سے شکر ادا کرنے

کاحکم دیا ہے، مان لیجئے کہ اللہ نے دینے کوتو سب کچھ دیا لیکن منہ کھانے کے لیے نہیں کھلتا لقمہ چبایا نہیں جا سکتا، ہاضمہ اس کو قبول نہیں کرتا تو ایسے قسمہا قسم کے کھانوں کا کیا حاصل اور اس کے موجود ہونے کا کیا فائدہ، معلوم ہوا کہ رزق وغذا اور ماکولات ومشروبات کا اللہ کی طرف سے عنایت ہونا الگ احسان ہے اور اس کو کھلانا، منہ میں پہنچانا اور وہاں سے پیٹ میں لے جانا اور صحت کے لیے مفید بنانا دوسرا بڑا احسان ہے، اسی لیے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ صرف کھانا دینے پر نہیں بلکہ کھلانے پر بھی اللہ کا شکر ادا کریں، آپ نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم کھانا کھانے پر اللہ کا شکر اس طرح ادا کریں کہ اے اللہ تو نے اپنے فضل سے نہ صرف ہمیں رزق دیا بلکہ کھلایا بھی اور پلایا بھی، اس پر تیری ہی ذات تعریف کے قابل ہے، ہم نے تیرا دیا ہوا کھا پی کر تیری ناشکری نہیں کی، تیری بغاوت کرتے ہوئے شرک وکفر نہیں کیا بلکہ تیرے کرم سے ہم مسلمان بھی ہیں اس پر بھی ہم اے اللہ تیرا ہی شکر ادا کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ

دوسروں کی آزمائش سے عبرت

کئی سال پہلے کی بات ہے، میں جامعہ میں زیر تعلیم تھا، ایک دن پرانے بھٹکل سے نیو بھٹکل آزادنگر جانے کے لیے اپنے گھر والوں کے ساتھ آٹو رکشہ پر ظہر کے بعد شمس الدین سرکل کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ہمارے آٹو رکشہ سے پہلے سائیکل پر سوار ڈونگر پلی کالونی کے ایک شخص کو جو بچوں کے کھانے کا سامان بیکری آئیٹم گھر گھر جا کر فروخت کرتا تھا، ایک تیز رفتار موٹر نے ٹکر ماردی جس سے اس بچارے کا نہ صرف جسم کا نچلا حصہ کچل گیا بلکہ ران کے گوشت کے ٹکڑے بھی ادھر ادھر بکھر گئے، دیکھتے ہی دیکھتے بھیڑ جمع ہوگئی، میرے ساتھ موجود گھر والوں نے قریب جا کر اس بیچارے مظلوم کو دیکھا لیکن مجھ سے یہ منظر دیکھا نہیں جاسکا، عصر بعد اس جگہ میں دوبارہ پہنچا تو اس کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال لے جائی گئی تھی، اپنے دوستوں کے ساتھ میں نے بھی ہسپتال کا رخ کیا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ لاش کے ملنے میں ابھی دیر ہے چونکہ کئی سال کے بعد مجھے اس سرکاری ہسپتال میں آنے کا اتفاق ہوا تھا، اس لیے میں نے اس فرصت وموقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہسپتال کے جنرل وارڈ اور مختلف کمروں کا چکر لگایا، وہاں مریضوں کی جو حالت وکیفیت تھی وہ مجھ سے دیکھی نہیں گئی، کچھ اسی طرح کے مناظر میں نے چند سال پہلے بھی مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کے ایک دعوتی دورہ کے دوران وجے واڑہ شہر میں دیکھے، ہم لوگ ہمارے

مخلص وکرم فرما محترم جناب محتشم عبدالغنی صاحب کے شریک کاروبار محترم جناب حمیدا عرفان صاحب کی عیادت کے لیے وجے واڑہ کے مشہور اور سب سے مہنگے علاج والے ہسپتال پہنچے جہاں وہ الحمدللہ اپنے گردے کی خرابی کے مرض سے روبصحت ہو رہے تھے عرفان صاحب (I.C.U) ایمرجنسی وارڈ میں تھے، صرف ایک ایک آدمی کو ان سے ملنے اندر جانے دیا جاتا تھا، وہاں بھی جو مناظر میں نے دیکھے وہ بھی بڑے عبرت ناک تھے، کسی مریض پر فالج کا اثر ہو گیا تھا جس سے اس کے جسم کا آدھا حصہ ایک طرف لڑھک گیا تھا اور وہ مریض نہ صرف اپنے اعضاء کو حرکت دینے سے بلکہ بولنے سے بھی عاجز تھا، کوئی اپنے دونوں گردے کے خراب ہونے کی وجہ سے ڈائلسس کے لیے وہاں داخل تھا، کسی کو پیشاب رکنے کی وجہ سے وہاں لایا گیا تھا اور پائپ سے اس کا پیشاب نکالا جارہا تھا تو کسی کو سلینڈر لگا کر مصنوعی سانس دی جارہی تھی، کسی کو خطرناک ہارٹ اٹیک کے بعد لایا گیا تھا اور مختلف مشینوں کے ذریعے اس کو جوڑ کر رکھا گیا تھا اور ہر ہر لمحہ کی اس کی حرکت اور نبض پر ڈاکٹر نگاہ رکھے ہوئے تھے، کوئی برین ہیمرج کا مریض تھا جس کے حملہ کے بعد اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا اور وہ بے بس ولاچار ہو کر بظاہر ڈاکٹروں کے رحم وکرم پر آخری سانس لے رہا تھا، ان میں سب بوڑھے بھی نہیں تھے کہ طبعی عمر کو پہنچنے کی وجہ سے ان پر یہ حالات آ گئے تھے بلکہ کچھ نوجوان اور کم عمر بھی تھے، مجھے ان سب کو دیکھ کر حدیث کی وہ دعا یاد آ گئی جس کو اس طرح کے مواقع پر پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے کہ اے اللہ:۔ تیرا ہی شکر ہے کہ تو نے محض اپنے فضل سے مجھے ان آزمائشوں سے بچایا اور عافیت میں رکھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا، اے اللہ:۔ ان کی جگہ ہم بھی ہو سکتے تھے اور ان اذیت ناک

وتکلیف دہ مراحل سے ہمیں بھی گزرنا پڑ سکتا تھا، اے اللہ:۔ تیرا ہی احسان ہے کہ تو نے محض اپنے فضل سے ہمیں اس سے بچایا، میں نے عرفان صاحب کے قریب جا کر کچھ بلند آواز سے یہ دعا پڑھ کر دم کیا"اَسْـأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَن يَّشْفِيَکَ" کہ میں عظمت والے اللہ سے جو عرش عظیم کا مالک ہے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو شفا دے، اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مریض کے پاس جو مرض الموت میں نہ ہو یہ دعا سات بار پڑھے تو اللہ اس مریض کو اس مرض سے شفا عطا فرماتا ہے۔

اس موقع پر مجھے حدیث کا وہ واقعہ بھی یاد آ گیا کہ آپ ﷺ نے ایک مریض کو دیکھا جو بیماری میں بہت نحیف وکمزور ہو گیا تھا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اللہ سے صحت وعافیت کی دعا نہیں کی تھی، اس نے کہا میں نے اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ جو سزا مجھے آخرت میں ملنے والی ہے وہ اس دنیا ہی میں مل جائے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، تم یوں دعا کرتے کہ اے اللہ مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور عذاب قبر سے بچا۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ہڈی کے ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ

کچھ سال قبل ایک حادثہ میں میرے ماموں زاد بھائی اور دوست، میرے تمام دعوتی وعلمی کاموں میں سب سے بڑے معاون ودست راز اور جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے مہتمم مولانا مقبول صاحب ندوی زخمی ہوئے، وہ صبح اپنی مسجد میں درس قرآن کے بعد اسکوٹر پر گھر جارہے تھے کہ نیشنل ہائی وے پر ایک تیز رفتار گاڑی نے ان کو ٹکر ماردی اور وہ شدید زخمی ہوگئے، ران کی پیر کی ایک ہڈی فریکچر ہوئی، صرف مڑی نہ کہ ٹوٹی، ان کو چالیس دن ہسپتال میں رہنا پڑا، دو مہینے گھر میں آرام کرنا پڑا، لاکھ بھر روپے خرچ ہوئے، اخیر میں ڈاکٹروں نے یہ بھی کہا کہ زندگی میں احتیاط لازمی ہے، تیز نہ دوڑیں، وزنی چیزیں نہ اٹھائیں، زیادہ اوپر نہ چڑھیں وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے جسم میں تین سو ساٹھ ہڈیاں ہیں، مان لیجئے ہر مہینے دو مہینے میں ایک ہڈی ٹوٹتی رہی تو ان سب کو صرف جوڑنے کا خرچ تین کروڑ ساٹھ لاکھ روپے ہوئے، خدا نے مفت میں ہماری ان ہڈیوں کو جوڑا، جوڑنے کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا، صرف اپنے نبی سے اتنا کہلوایا کہ ہر دن انسان کے بدن کے ہر جوڑ کے سلامت ہونے پر اس کو صدقہ کرنا چاہیے الحمدللہ بھی ایک صدقہ ہے، ’’كُلُّ سُلَامىٰ مِنَ النَّاسِ عَلَيهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، كُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ‘‘۔

دوقطرے پیشاب کے اخراج کے لیے ایک لاکھ روپے کا خرچ

جنوبی ہند کے مشہور صاحب دل عالم دین محترم مولانا ریاض الرحمٰن صاحب رشادی سابق خطیب جامع مسجد بنگلور نے جن کے گردوں کی پیوندکاری کا آپریشن کچھ سال قبل ہوا تھا، ایک بار ان کے گھر ان کی عیادت کے لیے حاضری کے موقع پر خود مجھے بتایا کہ گردوں کی تبدیلی کے بعد بے ہوش مریض کو اس وقت تک آپریشن تھیٹر سے اس کے کمرے میں نہیں لایا جاتا جب تک نئے لگائے گئے گردوں سے پیشاب کو جاری ہوتے ہوئے ڈاکٹر خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، پیشاب جاری نہ ہونے کی صورت میں اس مریض کو بیرونِ ہند یوروپی ملک سے درآمد کیا گیا ایک ایسا انجکشن جس کی قیمت ایک لاکھ روپے سے زائد ہوتی ہے لگایا جاتا ہے جس سے یقینی طور پر دو چار قطرے پیشاب جاری ہوتا ہے، اب ذرا غور کیجئے قدرتی وفطری طور پر دو چار قطرے پیشاب کو جاری کرنے کے لیے ایک لاکھ سے زائد روپے بعض لوگوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں لیکن روزانہ سینکڑوں نہیں ہزاروں قطرے جس کی قیمت کروڑوں روپے ہوتی ہے متعدد دفعہ ہمارا پیشاب رحیم وکریم آقا خارج کرتا ہے، اس نے آج تک ہم سے اس کا معاوضہ طلب نہیں کیا سوائے اس کے کہ ہم صرف ایک دفعہ اس بات کا اپنی زبان سے اقرار کریں کہ اے اللہ! ہم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تیری طرف سے پیشاب بند ہونے کے مستحق تھے جیسا کہ ہم بعض اپنے رشتہ داروں ودوستوں کو اس اذنیت ناک صورتِ حال سے دوچار دیکھتے ہیں، تو نے

محض اپنے فضل سے ہمارے پیشاب کو جاری کیا اور ہم کو اذیت سے بچایا، اس پر اے اللہ! تیرا ہی شکر ہے۔

غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

ظاہر بات ہے کہ جو شخص اس دعا کی ہمیشہ قضائے حاجت کے بعد پابندی کرے گا، یقینی طور پر مرتے دم تک وہ اس پیشگی شکر خداوندی اور دعا کی برکت سے کم از کم پتھری یا پیشاب رکنے کی آزمائش میں انشاء اللہ مبتلا نہیں ہوگا۔

صومالیوں کے فاقہ کشوں کی تصویروں نے کھانے کے بعد کی دعا کی اہمیت بڑھادی

صومالیہ ایک مسلم ملک ہے لیکن اتنا پسماندہ کہ دنیا کے غریب ترین ۲۳ ممالک میں اس کا شمار سرفہرست ہے، ادھر چند سالوں سے وہاں کی آپسی خانہ جنگی نے ان کی اس پسماندگی وغربت میں جلتی پر تیل کا کام کردیا ہے، اخبارات میں ان صومالی مسلمانوں کی ایسی دردناک اور بھیانک تصویریں دیکھنے کو ملتی ہیں کہ ہمیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہوتا، بھوک سے نڈھال اور کئی کئی دنوں سے فاقوں میں مبتلا ہمارے ان مسلم بھائیوں کی تصویروں کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور سخت دل آدمی کا بھی دل پسیج جاتا ہے، غذا کی قلت نے ان میں سے بعضوں کو مردہ جانوروں تک کو کھانے پر مجبور کیا ہے اور فقر وفاقہ سے وہ اس قدر نڈھال ولاغر ہوگئے ہیں کہ ان کے جسم کی تمام ہڈیاں صاف نظر آتی ہیں، اس طرح کہ سامنے والا اس کو گن بھی سکتا ہے یہاں تک کہ بوڑھے اور جوان بھی اپنی نحیفی وکمزوری کی وجہ سے بچے معلوم ہوتے ہیں، آنکھیں خشک ہیں اور گال پچکے ہوئے، ہاتھ پیر سوکھی لکڑیوں کے مانند، ان کا قحط سالی وفاقہ میں مبتلا ہونا نعوذ باللہ اللہ کے خزانوں میں کسی کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ دن ان کو اپنے گناہوں کی پاداش میں دیکھنے کو مل رہے ہیں ورنہ اللہ کے لامحدود خزانوں کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ صرف ایک سمندری وہیل مچھلی کی روزانہ ایک وقت کی غذا ستر اسّی کلو ہے

اور سال بھر اکیلی ایک مچھلی کے لیے پچاس ہزار کلو غذا مطلوب ہے، ایسی اربوں مچھلیاں سمندر میں ہیں اور اللہ برابر ان کو غذا پہنچا رہا ہے۔

کیا ہمارے ان صومالی بھائیوں کی یہ دردناک والمناک تصویریں اخبارات میں دیکھ کر ہمیں کبھی یہ خیال بھی آیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ان کی جگہ ہم بھی ہو سکتے تھے، ہم پر بھی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے فاقہ کی یہ حالت آسکتی تھی، قحط کے اس اذیت ناک دور سے ہمیں بھی گزرنا پڑ سکتا تھا، ان کی طرح ایک ایک لقمہ کو تڑپ تڑپ کر ہم بھی نڈھال ہو سکتے تھے لیکن رحیم وکریم رب کے ہم پر بے پناہ احسانات کا یہ عالم ہے کہ عدم استحقاق کے باوجود وہ روزانہ پابندی سے تینوں وقت ہمیں کھلا رہا ہے لیکن اس پر ہم ایک جملہ بھی شکریہ کا ادا کرنے سے قاصر ہیں جب کہ اللہ کے رسول نے ہمیں اس کی تعلیم بھی دی ہے اور ترغیب بھی اور کہا ہے کہ تم کھانے کے بعد اللہ کے اس احسان کو یاد کرتے ہوئے یوں کہو کہ

اے اللہ تیرا ہی شکر ہے کہ تو نے ہمیں کھلایا بھی اور پلایا بھی اور مسلمان بھی بنایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَامُسْلِمِیْنَ

اس ایک دعائیہ جملہ کے ہر بار کھانے کے بعد پڑھنے سے ہماری زبانوں میں کون سا درد ہو جائے گا، کون سا ہمارا وقت ضائع ہوگا، اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے خود اپنے اوپر ہم احسان کریں گے اور ہمیں یقین ہے کہ اس احسان شناسی وشکر کی برکت سے آئندہ بھی برابر اپنی ان نعمتوں میں وہ اضافہ کرے گا اور اپنے ان انعامات کا سلسلہ بھی جاری رکھے گا۔

دوسروں پر اللہ نے ہر ایک کو فضیلت دی ہے

میں جب بھی کسی مریض یا مصیبت زدہ کو دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم کردہ یہ دعا:
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً .
کہ ''اے اللہ تیرا ہی شکر ہے تو نے مجھے اس آزمائش سے محفوظ رکھا اور تیرے بہت سارے بندوں پر تو نے مجھے فضیلت بخشی'' پڑھتا ہوں تو ہمیشہ میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ دعا صرف مریضوں اور مشکلات میں گھرے اللہ کے بندوں کو دیکھ کر پڑھنے کی نہیں ہے بلکہ عام حالات میں بھی ہم میں سے ہر ایک کو یہ دعا دن میں کئی کئی بار پڑھتے رہنا چاہیے، وہ اس طرح کہ جب بھی کوئی شخص ہمیں ایسا نظر آئے جس کے مقابلہ میں اللہ نے ہم کو کسی بھی طرح کی زائد عافیت دی ہے اور خصوصی راحت ونعمت سے نوازا ہے تو ہمیں یہ دعا پڑھتے رہنا چاہیے، اس دعا کے اس معجزانہ ٹکڑے وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً کہ اے اللہ تیرا ہی شکر ہے کہ تو نے مجھے اپنے بہت سے بندوں پر فضیلت بخشی ہے پر میں نے مسلسل کئی کئی دن غور کیا اور ہر بار اللہ کے رسول کو اللہ کی طرف سے الہام کردہ اس دعائیہ جملہ کے اعجاز سے لطف اندوز ہی ہوتا رہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اکثر انسانوں کو مجموعی طور پر دوسروں پر ترجیح دی ہے، اس ارشاد خداوندی کی روشنی میں ہم میں سے ہر ایک

صرف اپنے گھر والوں اور اپنے ہم عمروں کا ہی جائزہ لے تو اس کلمہ شکر کے اعجاز کی حقیقت سامنے آجاتی ہے اور اس قولِ خداوندی کی صداقت کا یقین ہو جاتا ہے۔

مثلاً زید آپ کا خالہ زاد بھائی ہے یہ لیکن پست قد ہے، حامد آپ کا ماموں زاد بھائی ہے لیکن اتنا موٹا ہے کہ اس کی توند نکلی ہوئی ہے اور لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں، عبدالاحد آپ کا چچازاد بھائی ہے لیکن اس کے سر کے بال کم عمری کے باوجود کسی بیماری سے جھڑ گئے ہیں، عبدالکریم آپ کا پھوپی زاد بھائی ہے لیکن وقت سے پہلے اس کے بال سفید ہو گئے ہیں، ایاز خود آپ کا بھائی ہے لیکن اس کی نظر کمزور ہے جس کی وجہ سے اس کو چشمہ لگانا پڑتا ہے، آپ کے دوست زاہد کی والدہ کا ابھی چند سالوں قبل انتقال ہوا ہے لیکن آپ کی والدہ حیات ہے، آپ کے پڑوسی بکر کی شادی کی عمر ہو چکی ہے لیکن اس سے بڑی اس کی بہن کی نسبت طے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ۳۲ سال کا ہونے کے باوجود شادی نہیں کر سکا ہے جب کہ آپ کی عمر صرف ۲۶ سال ہے اور آپ کے دو بچے ماشاءاللہ ہیں، آپ کا ہم عمر فضیل اپنی پڑھائی مکمل نہیں کر سکا ہے اور ایک دوکان میں ملازم ہے اس لیے کہ اس کے والد کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا ہے اور اپنے بہن بھائیوں میں وہی سب سے بڑا اور گھر کا ذمہ دار ہے، آپ کے کلاس فیلو خالد کی شادی تو ہو چکی ہے لیکن ۹/ ۸ سال گزرنے کے باوجود وہ اولاد سے محروم ہے، آپ کے برادر نسبتی اسعد کی شادی بھی ہو چکی ہے اور بچے بھی ہیں، اس کا خود کا کاروبار ہے اور وہ خوشحال بھی ہے لیکن اس کی ماں اور بیوی کے درمیان نباہ نہیں ہو رہا ہے جس کی وجہ سے ان دونوں کے آپسی جھگڑے اور بحث و تکرار سے وہ مسلسل پریشان رہتا ہے، آپ کے محلّہ ہی میں موجود مزمل کی پہلی بچی کو پیدائشی نقص ہے اور اس کے دل میں پیدائشی سوراخ ہے لیکن وہ دل کے اس مہنگے آپریشن کی سکت نہیں رکھتا اور کسی سے قرض لے کر

علاج کرنے کی بھی اس میں ہمت نہیں ہے، آپ کے قریبی عزیز ساجد کا خود کا مکان نہیں وہ کرایہ کے فلیٹ میں رہتا ہے، اس کی آمدنی اتنی کم ہے کہ ماہانہ خرچ ہی پورا نہیں ہوتا، ہر ماہ اس کے قرض میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، آپ کے ساتھ کمپنی میں کام کرنے والا عیسیٰ کئی ماہ سے گردے میں پتھری کی شکایت میں مبتلا ہے، آپ کی مسجد کے مؤذن جلال کی بیوی مسلسل بیمار رہتی ہے جس کے علاج کے اخراجات سے وہ مسلسل فکرمند رہتا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ آپ ان مذکورہ بالا مسائل ومصائب میں سے کسی میں بھی مبتلا نہیں ہیں، آپ کے آس پاس موجود اکثر لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو اللہ رب العزت نے بہتر حالت میں رکھا ہے اور آپ کو اس کا احساس بھی ہے اور اقرار بھی لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے روز آپ کے سامنے سے گزرنے والے ان عزیزوں ودوستوں کو دیکھنے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا ہے اور یہ کہا ہے یا اللہ تو نے محض اپنے فضل سے ان کو جن آزمائشوں میں مبتلا کر رکھا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھا ہے، اس میں یا اللہ صرف تیرے ہی فضل وکرم کا دخل ہے۔

اس کا جواب یقیناً ہم میں سے اکثروں کا نفی میں ہے تو آیئے کیوں نہ آج ہی سے ہم اپنے روزانہ کے معمولات میں اس پیاری دعا کو شامل کریں جس کی برکت سے اور مصیبت کے نہ آنے کے باوجود اس کے ذریعہ پیشگی اللہ کا شکر ادا کرنے کی وجہ سے اللہ ہمیں آئندہ اپنی بقیہ زندگی میں بھی اس طرح کے مسائل ومصائب سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کر رہا ہے، دعا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً

اے اللہ تیرا ہی شکر ہے کہ تو نے مجھے اس آزمائش سے بچایا جس میں تو نے اس کو مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت ساری مخلوق پر فضیلت بخشی۔

مختصر دعا کا معجزانہ اثر

۱۴۲۲ھ کا سال تھا اور شعبان المعظم کا مہینہ اور اس کا آخری ہفتہ، دن اب ٹھیک سے یاد نہیں، میں متحدہ عرب امارات کے سفر میں تھا، ایک روز صبح دبی سے ابوظبی اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب سے ملنے کی غرض سے جانا ہوا، ساتھ میں استاذ محترم مولانا فاروق صاحب ندوی بھی تھے اور گاڑی ہمارے دوست شنگیری محمد سعید صاحب (مصنف انگریزی کتاب اسلام اور غیر سودی بینکنگ نظام) کی تھی اور وہی اس کی ڈرائیونگ بھی کررہے تھے، شام کو ہم لوگ ابوظبی سے واپس ہوئے، راستے ہی میں مغرب کی اذان ہوئی، لب سڑک واقع ایک چھوٹی سی مسجد میں اتر کر ہم لوگوں نے نماز ادا کی اور واپس گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوگئے، ہمارے ساتھ واپسی میں مرحوم کولا الیاس صاحب بھی آگئے، وہ اگلی سیٹ پر تھے، میں اور مولانا فاروق صاحب پچھلی سیٹ پر، مولانا نے ہم سب سے کہا کہ سب لوگ اپنے معمولات اور اوراد ووظائف مکمل کرلیں، کچھ ہی دیر میں ہم لوگ اپنے معمولات سے فارغ ہوئے اور پھر مغرب سے قبل والی تفریحی گفتگو شروع ہوئی، گاڑی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ تیز رفتاری سے دبی کی طرف رواں دواں تھی، دائیں بائیں سے گزرنے والی امریکی ویورپی طرز کی موٹر کاریں ہمیں اوورٹیک کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھیں، اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دھماکہ کی آواز سنائی دی اور

یکلخت ہماری گاڑی رک گئی، ہم لوگ یہ سوچ کر نیچے اترے کہ شاید گاڑی پنکچر ہوگئی ہے اوراس کے ٹائر سے ہوا نکل گئی ہے، دروازہ کھول کر جب نیچے اترے تو ہمارے قدموں تلے زمین کھسک گئی، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تیز رفتار وین نے پیچھے سے ہماری موٹر کوٹکر ماردی ہے اوراس کا پچھلا حصہ نا قابل شناخت ہوگیا ہے، حادثہ نے تو ہمیں گھبراہٹ میں مبتلا نہیں کیا تھا لیکن اس منظر کے مشاہدہ نے ہمیں پریشان کردیا، اللہ کی قدرت کا کمال یہ تھا کہ ہمیں نہ کوئی خراش آئی تھی اور نہ کوئی زخم اور نہ ہمیں اس کا احساس بھی ہوا تھا کہ ہم حادثہ سے دوچار ہوئے ہیں، مولانا فاروق صاحب کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا ولکن اللہ سلّم کہ اللہ ہی نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں محفوظ رکھا ورنہ ہم اپنے گناہوں سے بچنے کے قابل نہیں تھے، یہ یقیناً اسی دعا کا اثر تھا جو ہم لوگوں نے تھوڑی دیر پہلے پڑھی تھی کہ اللہ ہی کے نام کی برکت سے زمین وآسمان کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتی، وہی تنہا سننے اور جاننے والا ہے۔

”بِسمِ اللہِ الَّذِی لَایَضُرُّ مَعَ اسمِہٖ شَیئٌ فِی الاَرْضِ وَلَافِی السَّمَاءِ وَھُوَالسَّمِیعُ العَلِیمُ“۔

سرورکائنات ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ جو شخص صبح شام اس دعا کوتین بار پڑھے گا اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، عام حالات میں اس دعا کی برکت سے حادثہ سے دوچار نہ ہونا وعدۂ خداوندی ہے لیکن حادثہ میں مبتلا کرکے اس میں بھی محفوظ رکھنا یہ اس کی کمال قدرت کا مظہر ہے، وعدۂ الٰہی حفاظت کا ہے، حادثہ وآزمائش سے بچا کر بھی اور حادثہ سے دوچار کرکے اس میں بھی محفوظ رکھنے کا بھی، بشرطیکہ یہ دعا پڑھنے والا اسے پابندی سے پڑھے اور اللہ پر یقین وبھروسے کے ساتھ پڑھے۔

وقتی آزمائش نے روزانہ کی نعمت خداوندی کو یاد دلایا

عبدالصمد کروڑ پتی تھا، ماکولات ومشروبات میں ہزار احتیاط کے باوجود گردہ میں پتھری کا شکار ہوگیا اور ایک دن اس کا پیشاب رک گیا، اس نے ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر رات گزاری، اس دوران بار بار اس کو یہ خیال آتا رہا کہ کاش مجھے کوئی اس ناقابل برداشت تکلیف سے نجات دلا دے چاہے اس کے لیے مجھے اپنی پوری دولت قربان کرنی پڑے پر مجھ سے یہ اذیت برداشت نہیں کی جاتی، تقاضے پر وہ بار بار استنجاء خانے جاتا اور خون کے آنسو رورو کر واپس آتا پر پیشاب نہیں ہوتا، بالآخر صبح ہوئی، ہسپتال لے جایا گیا جہاں اس کو انجکشن لگوائے گئے اور مؤثر وقیمتی دوائیں دی گئیں جس کا اثر یہ ہوا کہ پیشاب کی جگہ سے کھجور کی گٹھلی کی مانند ایک نوک دار پتھری خون کے ساتھ نکلی اور پھر پورا پیشاب تیزی سے خارج ہوا جس سے اس نے راحت کی سانس لی، اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکلے اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا، اے پروردگار:۔ میں تیرا کس قدر شکر ادا کروں، تیری ہی توفیق وکرم سے مجھ سے یہ اذیت دور ہوئی، اے اللہ:۔ مجھے احساس ہے کہ میں اپنے کسی گناہ کی وجہ سے اس آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا، تو مجھے معاف فرما۔

آپ ذرا اس کی اس دعا کے کلمات کو ذہن میں رکھئے جو اس کی زبان سے اس وقت بے ساختہ نکلے تھے اور دوسری طرف پیشاب سے فراغت کے بعد نبی رحمت کے تعلیم کردہ

ان کلمات کو مستحضر کیجئے، آپ حیرت میں پڑ جائیں گے کہ نبی امی کو اس آزمائش سے کبھی گزرنا نہیں پڑا تھا اور آپ نے ہو بہو یہی دعائیہ کلمات پیشگی پڑھنے کی اپنی امت کو تعلیم دی تھی:

''غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ''

اے اللہ! مجھے معاف فرما، تیرا ہی میں شکر بجالاتا ہوں کہ تو نے مجھ سے یہ تکلیف دور کی اور مجھے عافیت دی۔

وقت پر اجابت کتنی بڑی نعمت ہے

خالد کی طبیعت دو تین دن سے بوجھل بوجھل سی تھی، نہ اس کو اٹھتے بیٹھتے چین تھا اور نہ کہیں آتے جاتے اطمینان، کسی کام میں اس کا جی نہیں لگ رہا تھا، خالد کی بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنی کسی بیماری یا تکلیف کا سوائے اللہ کے کسی سے ذکر نہیں کرتا تھا، جب تکلیف نا قابل برداشت ہوتی تو وہ فیملی ڈاکٹر سے رجوع کر کے دوا لیتا، آج اس کی ماں کو بھی اس کی اس کربناک اذیت کا احساس ہو گیا اور اس نے پوچھ ہی لیا کہ بیٹا کیا بات ہے کہ تم دو تین دن سے بے چین بے چین سے لگ رہے ہو، اس نے ممتا کے اس پیار بھرے استفسار پر بتا ہی دیا کہ امی دو تین دن سے اجابت نہیں ہو رہی ہے اسی لیے کسی پہلو چین نہیں ہے، اس پر امی نے اس سے کہا کہ بیٹے :۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ وقت پر اجابت کا ہونا اور پیٹ سے گندگی کا خارج ہونا اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے اور اس کا رک جانا اور نہ ہونا سخت مصیبت واذیت ہے، کیا اس سے پہلے تمہیں وقت پر علی الصبح اجابت نہیں ہوتی تھی اور تم کو راحت محسوس نہیں ہوتی تھی، کیا تم نے اللہ کی طرف سے تم پر ہر روز ہونے والی اس نعمت کا کبھی شکر ادا کیا تھا، آج تم سے وقتی طور پر جب یہ نعمت ناقدری و ناشکری کی وجہ سے اللہ نے چھین لی ہے تو تم کو رہ رہ کر اس کا احساس ہو رہا ہے، اگر تم روز اللہ کے رسول کی بتائی ہوئی یہ دعا پڑھتے تو تم کو یہ نوبت نہیں آتی کہ اے اللہ :۔ تیرا ہی شکر ہے کہ تو نے اس اذیت و تکلیف کو

مجھ سے محض اپنے فضل سے دور کیا اور مجھے راحت بخشی۔

غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

ماں کی یہ باتیں سن کر خالد کو اپنی کوتاہی اور ندامت وشرمندگی کا احساس ہوا، اس نے اللہ سے اپنی اب تک کی اس ناشکری پر معافی مانگی، ماں نے بھی اپنے اس جگر گوشہ کے لیے دعا کی، بالآخر کچھ ہی گھنٹوں بعد اجابت کی ضرورت محسوس ہوئی، وہ بیت الخلا گیا، پیٹ صاف ہوا، ہوا خارج ہوئی اور پوری طرح اطمینان بخش اجابت ہوگئی تو اس نے عجیب راحت محسوس کی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت ملی اور اس پر سے ایک بہت بڑے پہاڑ کا بوجھ ٹل گیا، وہ دن تھا اور آج کا دن کہ والدہ کی بتائی ہوئی یہ مسنون دعا پڑھنا خالد کبھی غلطی سے بھی نہیں بھولتا، اس دعا کی پابندی کی برکت تھی کہ پھر کبھی اس طرح کی اذیت ناک تکلیف کا اس کو سامنا نہیں کرنا پڑا۔

بسم اللہ کے ساتھ کھانے کی برکت

جواد ابھی چار سال ہی کا ہے، اسی سال اسکول میں اس کا داخلہ ہوا ہے، لیکن اس کا جسم دن بدن کمزور ہوتا جارہا ہے اور وہ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے نحیف ولاغر نظر آتا ہے، اس کی صحت کو لے کر اس کی والدہ ادھر کئی ماہ سے فکر مند ہے حالانکہ وہ اپنی عمر کے عام بچوں کی طرح کھاتا ہے اور اس کی غذا کی مقدار بھی معمول سے کچھ زیادہ ہی ہے لیکن اس کے جسم و بدن پر اس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، فیملی ڈاکٹر سے اس سلسلے میں اس کی والدہ نے جب رجوع کیا تو ڈاکٹر نے کہا اس کے پیٹ میں کیڑے ہیں جس سے بھوک زیادہ لگتی ہے اور جسم پر اس کا اثر نظر نہیں آتا، کیڑوں کی دوائیوں کا اس نے ایک کورس بھی ڈاکٹر کے کہنے پر مکمل کرلیا لیکن اس کی حالت میں تبدیلی نظر نہیں آئی، ایک دن اس کی والدہ کی نظر ایک کتاب کے مطالعہ کے دوران اس حدیث پر سے گزری جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس کھانے پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا اس میں شیطان شریک ہوجاتا ہے اور شیطان سات انتڑیوں سے کھاتا ہے اور مومن صرف ایک انتڑی سے، آپ نے فرمایا کہ کھانا بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھاؤ، اس لیے کہ بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے، بسم اللہ بھول جاؤ تو بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ آخِرَہٗ کہو۔

اس حدیث کے پڑھنے کے بعد جواد کو اس کی والدہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھا کر کھلانے لگی تو کچھ ہی دنوں میں نتیجہ سامنے آگیا، جواد کی بھوک بھی نارمل ہوگئی اور صحت بھی اچھی ہونے لگی اور اس کو احساس ہوگیا کہ بسم اللہ کی برکت سے شیطان جواد کے کھانے میں شریک ہونے سے محروم کردیا گیا ہے۔

اولاد کی نیک نامی کی موثر دعا

اسماعیل اگر چہ عالم نہیں تھے لیکن انتہائی دیندار اور تہجد گزار، نماز با جماعت اور تکبیر اولیٰ تک کے پابند، ان کے کل چھ بچے تھے، انتقال سے پہلے وہ جس اذیت ناک کرب والم میں تھے اور اپنے بچوں سے متعلق فکرمند تھے اس میں ہم سب کے لیے عبرت تھی، ان کی تین بچیوں کی شادیاں ہوگئیں تھیں لیکن لڑکے ابھی غیر شادی شدہ تھے، ان میں سے چھوٹے دو ان کے لیے بدنامی کا سبب بن گئے تھے، وہ ناخلف اور آوارہ ہو گئے تھے اور پورے محلے اور گاؤں کے لوگ ان سے تنگ آ گئے تھے، دوسرا بچہ قوم کا بدنام ترین شخص بن گیا تھا، وہ آخر تک رو رو کر یہ کہتے رہے کہ اے اللہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے زندگی میں کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس کی وجہ سے مجھے آج یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں، ان کے ہم عمر بھی کہتے تھے کہ وہ بچپن ہی سے نیک اور صالح تھے، حرام وحلال کی ہمیشہ ان کو تمیز رہی، کبھی شراب وزنا اور جوے کے قریب بھی نہیں گئے، ایک طرف ان کے یہ مثبت حالات تھے تو دوسری طرف ان کی اولاد کی یہ منفی کیفیات، گتھی سلجھ نہیں رہی تھی، میں نے بھی اس پر بہت غور کیا، اس سلسلے میں ان کے ایک معاصر بزرگ نے میری مدد کی اور بات جلد ہی میری سمجھ میں آ گئی، ان کے بزرگ ساتھی کا کہنا تھا کہ اپنی جوانی میں گھر سے مسجد جاتے ہوئے راستے میں جب شریر لڑکوں کا اسماعیل صاحب کو سامنا کرنا پڑتا تو ان کو وہ طعنہ دیتے تھے کہ تمہیں کس بدمعاش باپ نے جنا ہے؟ کیا تمہارا باپ حرام کماتا ہے اور تمہیں کھلاتا ہے جس کی وجہ سے تم لوگوں کی یہ حالت ہوگئی ہے؟ کسی کے متعلق کوئی منفی، ناپسندیدہ اور ناقابل یقین بات سننے میں آتی تو وہ

سب کے سامنے تبصرہ کرتے کہ کمینوں کی اولاد بھی کمینی ہی ہوتی ہے، ان بچوں کے والدین نے بھی اپنی جوانی میں اس طرح کی حرکت کی ہوگی تبھی تو ان کی اولاد کی یہ حالت ہوگئی ہے، غرض یہ کہ کسی کو طعنہ دینے اور کسی کے گناہ پر عار دلانے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، مجھے یہ سن کر اللہ کے رسول کی یہ حدیث فوراً یاد آ گئی کہ کوئی شخص کسی کو کسی گناہ پر عار دلاتا ہے تو مرنے سے پہلے خود اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، آپ نے فرمایا کہ کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کر دے گا اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کرے گا، جو شخص اپنے بھائی کی ستر پوشی کرے گا اللہ اس کا عیب چھپائے گا۔

میں نے دل میں کہا کہ ان کی اولاد کا یہ بُرا انجام جوانی میں ان کی اسی بدزبانی اور دوسروں کو عار دلانے کا نتیجہ ہوسکتا ہے، ان کے اسی بزرگ دوست نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلے میں وہ بہت سخت واقع ہوئے تھے، ان کے کسی نازیبا فعل کو کبھی برداشت نہیں کرتے، ڈانٹتے، مارتے اور کبھی غصہ میں ان کو شیطان، ابلیس اور ملعون ومردود بھی کہہ دیتے، میں نے کہا کہ ضرور وہ قبولیت کی گھڑی رہی ہوگی تبھی تو اللہ نے ان کی اولاد کو شیطان صفت بنایا، اس لیے کہ جس طرح اولاد کے حق میں والدین کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اسی طرح بددعا بھی والدین کی اپنی اولاد کے حق میں جلد اپنا اثر دکھاتی ہے، اسی لیے کبھی بھول کر غلطی سے بھی غصہ وجوش میں اپنی اولاد کو ڈانٹنے میں غلط ناموں سے نہیں پکارنا چاہیے، مبادا وہ قبولیت کا وقت ہو اور اس کا اثر ظاہر ہو، میرے دل میں یہ بات بھی آئی کہ اگر انھوں نے اپنی اولاد کے حق میں پابندی سے اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی یہ قرآنی دعا کی ہوتی تو شاید ان کو یہ دن دیکھنے کو نہیں ملتے کہ اے اللہ ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنیں اور ہمیں تقویٰ والوں کا امام بنا۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

ماں کی دعائیں اپنی اولاد کے حق میں

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا نام نامی اسم گرامی ہم میں سے کس نے نہیں سنا ہے، ۸۶ سال کی عمر میں ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء کو رمضان کی تیئسویں شب میں آپ کا انتقال ہوا، اللہ نے آپ سے دین کا وہ کام لیا جس کی نظیر ماضی قریب کی اسلامی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت عطا فرمائی تھی، عند اللہ آپ کے مقبول ومحبوب ہونے کے دسیوں قرائن پائے جاتے تھے، جمعہ کے دن، روزہ کی حالت میں، عین نماز جمعہ سے قبل، سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرتے ہوئے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، دنیا کے تقریباً تمام براعظموں اور اہم ممالک میں آپ کی نماز غائبانہ ادا کی گئی، رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو حرم مکی ومدنی یعنی حرم شریف اور مسجد نبوی میں ستائیس لاکھ سے زائد اللہ کے بندوں نے آپ کی نماز غائبانہ ادا کی اور آپ کی مغفرت ورفع درجات کے لیے اللہ سے دعائیں کیں، اس طرح کی عند اللہ محبوبیت وقبولیت دنیا میں بہت ہی کم بندوں کے حصہ میں آتی ہیں۔

مولانا اپنے بچپن میں پڑھنے میں نہ بہت ذہین تھے اور نہ بہت چست وچالاک، آپ کی علمی صلاحیت بھی مدرسہ میں عام اور درمیانہ درجہ کے طالب علم کی تھی اس کے باوجود آپ سے اللہ نے دین کا جو کام لیا وہ حیرت انگیز بھی تھا اور تعجب خیز بھی، حضرت مولانا سے جب

ان کو حاصل ہونے والی اس توفیق خداوندی کے اسباب ومحرکات کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ بیان کرتے کہ اللہ نے ہمارے لیے مقدر دین کی اس خدمت میں ہماری والدہ ماجدہ کی خصوصی دعاؤں کا بڑا حصہ رکھا تھا اور یہ اسی کی برکت تھی، آپ کی والدہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور ذاکرہ تھی، ۹۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا، وہ اپنی وفات تک ہمیشہ روزانہ دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنے اس بیٹے کے لیے دعا کرتی تھی کہ اے اللہ:۔ میرے نور نظر علی سے کوئی غلط کام نہ ہو، زندگی کے ہر موڑ پر اے اللہ تو ہی اس کی صحیح رہنمائی فرما، انھوں نے اپنے اس بیٹے کو وصیت کی تھی کہ علی:۔ تم روزانہ اپنے معمولات میں اس دعا کو شامل کرنا کہ اے اللہ تو مجھے اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں کو دیے جانے والے حصوں میں سے افضل ترین حصہ عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ آتِنِیْ بِفَضْلِکَ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ

آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر انھوں نے خود اپنی وفات سے قبل دیکھی، خواب یہ تھا کہ ہاتف غیبی نے ان کی زبان پر قرآن کی اس آیت کو جاری کر دیا ہے کہ ہم نے تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے جو مخفی خزانہ چھپا کر رکھا ہے اس کا تمھیں اندازہ نہیں۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاأُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ

مولانا کی انھوں نے اس طرح تربیت فرمائی تھی کہ ان سے اگر کسی خادم یا ملازمہ کے بچہ پر زیادتی ہوتی تو نہ صرف معافی منگواتی بلکہ ان سے مار بھی کھلاتیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ بچپن ہی سے مولانا کو ظلم اور غرور وتکبر سے نفرت اور کسی کی دل آزاری سے وحشت ہوگئی، عشاء کی نماز پڑھے بغیر اگر سو جاتے تو اٹھا کر نماز پڑھواتی، صبح کو جماعت کے ساتھ نماز کے

لیے بھیجتی، فجر بعد کبھی تلاوت کا ناغہ نہیں ہونے دیتی۔

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں تو شاید ہی ہم میں سے دو فیصد والدین اس کے مطابق اپنے کو پائیں، روزانہ صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنی اولاد کے لیے مانگنا تو دور کی بات زندگی بھر میں اللہ سے اپنی اولاد کی نیک نامی اور صلاح مانگنے کے لیے ہم نے ایک بار بھی صلاۃ الحاجۃ نہیں پڑھی ہوگی جب کہ اللہ نے ہمیں اپنی اولاد کی بھلائی و نیک نامی کے لیے مانگنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے اور اس کے آداب بھی بتائے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کے لیے تم مجھ سے اس طرح مانگو کہ اے اللہ ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہمیں متقین کا امام بنا۔

رَبَّنَاهَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَاوَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

اے اللہ:۔خود مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی، اے اللہ تو ہی ہماری اس دعا کو قبول فرما۔

رَبِّ اجْعَلْنِى مُقِيْمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِى رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاء

بعافیت گھر واپسی کی گیارنٹی

ذرا تصور وخیال میں اخبارات میں شائع ہونے والے اس اشتہار پر نظر دوڑا ئیے اور اس سلسلے میں اپنے خود کے فوری ردعمل کے بارے میں بھی سوچیے، اشتہار کچھ اس طرح ہے:

''پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی''

''پہلے زمانے میں حادثات نہ ہونے کے برابر تھے اس لیے کہ اس زمانے میں آج کی طرح ان خطرناک سواریوں، تیز رفتار موٹر سائیکلوں، ہوا سے باتیں کرنے والی کاروں وبسوں اور تیز رفتار ہوائی جہازوں کا وجود نہیں تھا، ان ایجادات وسواریوں نے حادثات میں روز بروز اضافہ کر دیا ہے نتیجہ یہ ہے کہ جب آپ کا بچہ صبح اسکول جاتا ہے تو شام کو اس کے بعافیت لوٹنے کی گیارنٹی نہیں، آپ کے شوہر، بھائی اور والد دوپہر کو دفتر سے کھانے کے لیے بخیریت گھر آئیں گے اس کی کوئی ضمانت نہیں، خود آپ جب بازار جائیں گے تو بسلامت واپس آنے کا خود آپ کو یقین نہیں، ان ہی سب حالات ومشکلات اور غیر یقینی کیفیات کے پیش نظر ملک کے نامور ڈاکٹروں نے طویل تحقیق وجستجو کے بعد ایسی گولی ایجاد کی ہے کہ گھر سے نکلنے سے پہلے اس کو کوئی کھالے تو یقینی طور پر بسلامت اس کی واپسی ہوتی ہے، یہ گولی چونکہ نئی دریافت شدہ ہے اور ابھی ابھی بازار میں آئی ہے اس لیے بہت مہنگی ہے

اور ہر جگہ دستیاب بھی نہیں، ملک کے صرف بعض شہروں ہی کی اہم دکانوں میں یہ دستیاب ہے، اپنی اور اپنی اولاد و گھر والوں کی جان کی یقینی حفاظت کے لیے ان گولیوں کو حاصل کرنے میں جلدی کیجئے پھر اس کے ختم ہونے یا نہ ملنے پر آپ کہیں کف افسوس ملتے نہ رہیں۔

اس اشتہار کے پڑھنے یا اس کے متعلق سننے کے بعد ہر قاری کا تاثر یہی ہوگا کہ چاہے مجھے ایک وقت بھوکا رہنا پڑے میں اس گولی کو ضرور خرید کر اپنے اسکول جانے والے ننھے منے بچوں کو ہر حال میں کھلاؤں گا، قرض لے کر ہی سہی میں بھی ہر دفعہ گھر سے نکلتے وقت اس کو ضرور استعمال کروں گا، اپنے روزانہ کے اخراجات میں کسی طرح کی کمی کر کے اپنی پیاری بیوی اور ماں کو کہیں جانے سے پہلے یہ گولی کھانے کے لیے کہوں گا، اپنے شفیق ابا کو بھی اس کے استعمال کی ترغیب دوں گا۔

بڑی مشکل سے مختلف شہروں کے متعدد دواخانوں سے رابطہ کے بعد یہ گولی دستیاب ہوئی اور متعدد لوگوں نے اس مہنگی گولی کو حاصل کیا لیکن نتیجہ حسب توقع نہیں نکلا، اس کو کھانے کے باوجود لوگ حادثات کے شکار ہو کر زخمی ہوئے، چند لوگوں کی وفات بھی ہوئی بالآخر ان لوگوں نے اس دواساز کمپنی کے خلاف ڈھیر سارے مقدمات مختلف عدالتوں میں دائر کیے، اس کے بعد ان مقدمات کا کیا نتیجہ نکلا اور کب تک یہ عدالتی کاروائیاں چلتی رہیں ان سب کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں لیکن اس پورے واقعہ کا جو خلاصہ نکلا اور جو بات بنیادی طور پر سامنے آئی وہ یہ تھی کہ انسان کو اپنی اور اپنے عزیزوں کی جان کتنی عزیز ہے اور اس کی حفاظت کے لیے وہ کیا کچھ کرنے کے لیے تیار نہیں، اس کے لیے وہ کس کس طرح کی قربانیاں دے سکتا ہے۔

مالک کائنات نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ یہ اعلان

کردیا تھا کہ بغیر کسی خرچ کے صرف ایک جملہ کے گھر سے نکلنے کے موقع پر کہنے پر میں بعافیت واپسی کا یقین دلاتا ہوں لیکن افسوس کہ ہمارا دھیان اس معجزانہ دعا کے اخروی فائدہ سے قطع نظر اس کے دنیوی فائدہ کی طرف بھی نہیں جاتا، ہم میں سے کتنے ہیں جو اللہ رب العزت کی ہر ہر بات پر یقین رکھنے کے باوجود اس نسخہ پر بھی یقین رکھتے ہیں اور اپنے بچوں اور نونہالوں کو بھی یہ دعا پڑھوا کر اپنے گھر سے روانہ کرتے ہیں، اللہ کے رسول نے فرمایا جو شخص یہ دعا پڑھ کر گھر سے نکلتا ہے اس کے لیے فرشتوں کے ذریعہ اعلان ہوتا ہے کہ تمہیں ہدایت نصیب ہوئی، تمہاری حفاظت کی گئی، اللہ تمہارے لیے کافی ہے اور ہر شر سے تم کو محفوظ رکھا گیا، یہ دعا بھی کتنی مختصر، آسان اور سہل ہے ذرا سنئے:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اگر اس دعا کے نتائج پر آپ کو یقین نہ آئے تو اسی کتاب میں موجود اس سلسلے کے متعدد واقعات کو پھر ایک بار پڑھئے اور اپنے ذہن میں اس کو مستحضر کیجئے، پھر اپنی زندگی میں آئندہ اس بابرکت دعا کی پابندی کا عہد کیجئے۔

کم خرچ بالانشین

(چھوٹے چھوٹے اذکار جس سے جہنم سے خلاصی ملتی ہے)

ہم میں کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ وہ یقینی طور پر جنت میں جائے گا اور جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا، جب تک خاتمہ بالخیر نہ ہو اور ایمان پر موت نصیب نہ ہو کسی کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا، البتہ انبیائے کرام اور صحابہؓ سے متعلق دنیا ہی میں یہ خوشخبری سنائی گئی کہ ان کے لیے جنت کا ملنا اور جہنم سے نجات پانا یقینی ہے رضی اللّٰہ عنهم ورضوا عنه یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ بھی اللہ سے راضی ہوئے، اس کے باوجود ان کا عالم یہ تھا کہ کوئی گھڑی ان کی اللہ کی یاد سے غفلت میں نہیں گزرتی تھی اور کوئی دن جہنم کے خوف سے اللہ کی پناہ طلب کیے بغیر ان کا نہیں گزرتا تھا وہ برابر اللہ سے ڈرتے تھے اور مسلسل استغفار کرتے تھے، جب ان اللہ کے محبوب بندوں کا جن کو اللہ کی رضا و خوشنودی کا پروانہ دنیا ہی میں مل چکا تھا یہ حال تھا تو ہم جیسوں کو ایک دن میں کتنی بار جہنم سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے اور اپنے گناہوں سے ڈرتے رہنا چاہیے، حدیث شریف میں چند اوراد و اذکار ایسے بتائے گئے ہیں جن کے پڑھنے اور پابندی سے اس کے التزام سے جہنم سے خلاصی کا خداوندی وعدہ ہے، ان دعاؤں کے روزانہ پابندی سے پڑھنے کے لیے مجموعی طور پر بمشکل پانچ منٹ بھی نہیں

لگتے، اگر دن بھر کے چوبیں گھنٹوں کے ایک ہزار چار سو منٹ میں سے ہم خود اپنی ذات اور اپنے فائدے کے لیے پانچ منٹ نکال کر کم خرچ بالانشین کے مصداق ان اعمال کو اختیار نہ کریں اور ان اذکار کی پابندی نہ کریں تو ہم سے بڑھ کو محروم کون ہوسکتا ہے؟

سنئے وہ اوراد و اذکار کیا ہیں؟

۱) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بعد فجر و مغرب سات مرتبہ یہ دعا پڑھے اس کے لیے جہنم سے خلاصی کا وعدہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ　　　　اے اللہ مجھے جہنم سے بچا

۲) جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اس کے لیے دخولِ جنت کا وعدہ ہے۔

۳) رات کو سونے سے پہلے سورہ ملک کی تلاوت عذاب قبر سے بچاتی ہے۔

۴) جو شخص فرض نماز کے بعد ان کلمات کی پابندی کرے تو اس کے گناہ چاہے سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں معاف ہوجاتے ہیں سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ۔

۵) جو شخص چوتھا کلمہ دس بار بعد نماز فجر و مغرب قبل گفتگو پڑھے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں، وہ اس دن شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور ہر ناپسندیدہ چیز سے اس کو بچایا جاتا ہے، اسی طرح جو شخص بازاروں میں یہ دعا یعنی چوتھا کلمہ پڑھے اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں:

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

۶) ایک مرتبہ حضرت شدادؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمھیں سید الاستغفار نہ

بتاؤں جن کو کوئی صبح وشام پڑھے اوراس سے پہلے انتقال ہوجائے تو اس کے لیے جنت واجب ہوجائے، وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمّ أَنْتَ رَبِّی لَااِلٰہَ اِلَّاأَنْتَ خَلَقْتَنِی وَأَنَا عَبْدُکَ وَأَنَا عَلیٰ عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ، وَأَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَایَغْفِرُالذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

۷) حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جوشخص اس دعا کو تین بار صبح کو پڑھے گا وہ شام تک اور جو شام کو پڑھے گا وہ صبح تک ہرطرح کی مصیبت وآزمائش سے محفوظ رہے گا۔

’’بِسْمِ اللہِ الَّذِی لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْئٌ فِی الاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ العَلِیْمُ‘‘.

برے خواب کے اثر سے حفاظت

احمد بڑا ہی ہنس مکھ اور چلتا پھرتا نو جوان تھا، ایک دن اچانک اس کی طبیعت بجھ سی گئی اور اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے، مسلسل علاج کے باوجود اس کی اس کیفیت کا ازالہ نہیں ہوا، ڈاکٹر حیران تھے، کسی بیماری کا پتہ نہیں لگ رہا تھا اور گھر والے بھی پریشان، بظاہر کوئی ایسا ناگہانی حادثہ بھی پیش نہیں آیا تھا کہ اس کا اس پر اثر ہو، البتہ اس کی ماں کا کہنا تھا کہ چند دنوں قبل اس نے رات میں ایک بھیانک خواب دیکھا تھا اور رات کو ہی چیخیں مارتا ہوا بستر پر سے اٹھ بیٹھا تھا، اس کے بعد ہی اس کی یہ حالت ہو گئی تھی، یہ سن کر اس کی ماں سے ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کسی نفسیاتی امراض کے ماہر ڈاکٹر سے اس کا علاج کریں یا پھر کسی روحانی علاج کا سہارا لیں، شہر کے ایک معتبر عالم سے جب اس سلسلے میں رجوع کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس پر اس کے اسی ہیبت ناک خواب کا اثر ہے، ان کا کہنا تھا کہ برا خواب دیکھنا اگرچہ انسان کے لیے غیر اختیاری ہے لیکن حدیث میں اس کا توڑ بھی سکھایا گیا ہے، اگر نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس رات احمد نے اس پر عمل کیا ہوتا تو شاید آج یہ نوبت نہیں آتی، انھوں نے فرمایا: حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد اللہ کے رسول کی مجلس میں ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ: - آج میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر کچلا جا رہا ہے، آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا اثر ہے اس کو بیان نہ کرو، تم میں سے

کوئی برا خواب دیکھے اور رات میں آنکھ کھلے تو اپنے بائیں طرف تین دفعہ تھوک دے اور تین مرتبہ **أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** پڑھ کر اپنا وہ پہلو تبدیل کر دے جس پر وہ سو رہا ہے، پھر فرمایا کہ خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اس کو بیان نہ کرے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اگر برا خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، یہ خواب اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

ہم میں آج کون ہے جو خواب نہیں دیکھتا، اسی طرح وہ کون ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ میں ہمیشہ اچھے اور خوش کن خواب ہی دیکھتا ہوں، خواب میں ممکن اور ناممکن چیزوں کا دیکھنا، کسی خواب سے گھبرانا اور کسی سے حد سے زیادہ خوش ہونا یہ سب ہم سب کے غیر اختیاری معمولات میں شامل ہے لیکن انسان جب ہیبت ناک مناظر خواب میں دیکھتا ہے تو فطری طور پر اس کا اس پر منفی اثر بھی مرتب ہوتا ہے اور گھبراہٹ و دحشت کا مسلسل کئی دن تک اس پر اثر بھی رہتا ہے جس سے اس کی روزمرہ کی معمول کی زندگی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی، ایک طرف انسان کے لیے یہ غیر اختیاری و ناگزیر حالات ہیں جس کا اس کو نہ چاہتے ہوئے بھی سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن دوسری طرف شیطان کے اس اثر کو زائل کرنے کا مندرجہ بالا کارگر نسخہ بھی حدیث نبوی میں بتایا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ خواب کے برے اثر کو زائل کرنے کے لیے اس سہل نسخہ پر انسان بروقت عمل نہیں کرتا اور اپنے لیے بعد میں مصیبتوں کو مول لیتا ہے۔

زہریلے جانور اور فالج کے اثر سے حفاظت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاجبزادے حضرت ابان کا معمول تھا کہ وہ صبح شام پابندی سے یہ دعا پڑھتے تھے:

”بِسمِ اللہِ الَّذِی لَایَضُرُّ مَعَ اسمِہٖ شَیْیٌٔ فِی الاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیعُ العَلِیمُ“.

ایک دن ان پر فالج کا اثر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ اس دن میں نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی یہ اسی کا اثر ہے، ورنہ میں اس آزمائش سے دوچار نہیں ہوتا، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس دعا کو تین بار صبح کو پڑھے گا وہ شام تک اور جو شام کو پڑھے گا وہ صبح تک ہر طرح کی مصیبت و آزمائش سے محفوظ رہے گا۔

ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے رات بچّھو نے ڈس دیا، آپ نے فرمایا کہ تم نے شام کو یہ دعا کیوں نہیں پڑھی کہ میں اللہ سے اس کی مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

اگر روزانہ بچوں یا کسی مریض و معذور پر ان دعائیہ کلمات کو پڑھ کر دم کر دیا جائے تو بھی یہ دعا اپنا اثر دکھاتی ہے۔

سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کا علاج

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر جہاد میں گئے ہوئے تھے، دورانِ سفر ان کا گزر ایک عرب قبیلہ پر ہوا جن سے انھوں نے عرب روایات کے مطابق اپنی مہمان نوازی کی درخواست کی لیکن انھوں نے کسی وجہ سے انکار کر دیا، اسی دوران اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈس دیا جس سے وہ بیمار ہو گیا، اس پر اس قبیلہ کے لوگوں نے صحابہ کی اس جماعت سے دریافت کیا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو ان کا علاج کرے اور کچھ پڑھ کر ان پر دم کرے، اس پر صحابہ نے فرمایا کہ اس کا علاج تو ہم جانتے ہیں لیکن چونکہ آپ نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کیا ہے اس لیے جب تک آپ ہمیں کچھ معاوضہ کا وعدہ نہ کریں ہم اس کا علاج نہیں کر سکتے، بالآخر وہ لوگ اس سردار کے علاج کے عوض ان کو تین بکریاں دینے پر راضی ہو گئے، حضرت ابوسعید خدری نے سات مرتبہ صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس سردار پر دم کیا اور وہ شخص شفایاب ہو گیا، اب صحابہ کی جماعت کے ان ساتھیوں نے بطور معاوضہ ملنے والی ان بکریوں میں سے اپنا اپنا حصہ مانگنا شروع کیا، لیکن ان میں سے بعض لوگوں کو اپنا حصہ لینے میں تردد ہوا، بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ اللہ کے رسول کی خدمت میں جا کر اس سلسلے میں دریافت کریں گے، پھر کوئی فیصلہ ہوگا، بالآخر اللہ کے رسول کی خدمت میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کے عوض ملنے والی ان بکریوں کا کھانا صحیح ہے یا نہیں تو اللہ کے رسول نے صحابہ کی اس جماعت سے دریافت کیا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ میں شفاء ہے ،تم نے جو کیا اچھا کیا، اس مال کو آپس میں تقسیم کر و اور اس میں ہمارا بھی حصہ رکھو۔

(سنن ابی داؤد ۳۹۰۰)

غصہ کا علاج

کچھ سال قبل عالمی خبر رساں ایجنسی رائٹر کی ایک خبر نے ہم سب کو چونکا دیا اور ہم سب کے ہوش اڑا دیے، خبر یہ تھی کہ سابق عراقی صدر صدام حسین نے اپنے دور اقتدار میں تین لاکھ سے زائد ایسے معصوم عراقیوں کو قتل کر دیا تھا جن کی لاشوں کا پتہ تک نہیں لگا، اب آہستہ آہستہ عراق کے مختلف علاقوں میں ان مرحومین کی اجتماعی قبریں دریافت ہو رہی ہیں، ممکن ہے کہ تین لاکھ کی تعداد کے بارے میں مغربی ذرائع ابلاغ نے اسلام دشمنی میں حسب معمول کچھ مبالغہ سے کام لیا ہو لیکن یہ حقیقت تھی کہ صدام کے ظلم سے روز ایسے واقعات قتل کے عراق بھر میں ہوتے تھے، جب میں نے یہ خبر پڑھی تو مجھے ان سارے واقعات کے پس منظر میں جا کر اس کی وجہ اور سبب کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی اور میں بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ صدام کی یہ سفاکانہ حرکتیں دراصل اس کے اندر پیدا ہونے والے بے پناہ غصہ وغضب کا نتیجہ تھیں جس پر اس کو قابو نہیں تھا، اپنے خلاف کسی سے بھی کوئی حرف شکایت سننا اس کو گوارا نہیں تھا، کسی کے متعلق اس کو معلوم ہوتا کہ وہ اس کے اقتدار کے لیے خطرہ بن سکتا ہے یا اس کے کسی دشمن سے اس کا ساز باز ہو سکتا ہے تو وہ غصہ سے بپھر جاتا اور بغیر کسی تحقیق کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا اور اس کے عزیزوں کو بتائے بغیر کسی ریگستان یا جنگل میں اس کی لاش کو دفن کروا دیتا، درحقیقت غصہ ایک ایسی خطرناک بیماری ہے کہ وہ انسان کو حیوان بنا دیتی ہے

اوراس کودرندگی وسفاکی کے آخری درجہ تک پہنچادیتی ہے،ہم میں کون ہے جس کوغصہ نہیں آتا،کبھی حق بات پرتو کبھی ناحق پر،کبھی اپنی انا کے لیےتو کبھی دوسروں سے اپنے عیب کو سن کر،کبھی اپنوں پرتو کبھی غیروں پر،کسی کو بار بارغصہ آتا ہےتو کسی کوکبھی کبھارلیکن غصہ بہرحال آتا ہے پھراس غصہ کانتیجہ بھی سامنے آتا ہے،کسی پروہ ہاتھ اٹھاتا ہےتو کسی پرظلم سے بھی دریغ نہیں کرتاغرض یہ کہ اس کا یہ غصہ اس کے حق میں اکثراوقات اللہ کے غصہ وغضب کومول لینے کا بھی سبب بن جاتا ہے۔

کسی انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کوغصہ سے محفوظ رکھےلیکن غصہ کوختم کرنااوراس پرقابو پانا انسان کےبس میں ہے۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ سنئے جس میں محسن انسانیت کی طرف سے ہم سب کے لیے بہترین رہنمائی ہےاورغصہ پرقابو پانے کافوری وممکن حل بھی۔

ایک دن بازار سے سرکاردوعالم ﷺ واپس تشریف لارہے تھے،راستے میں دوآدمی ملے جوآپس میں جھگڑرہے تھے،آپ نے ان کودیکھ کرفرمایا کہ میں ایسے کلمات جانتاہوں کہ اگر یہ اس کوکہیں تو ان کاغصہ ختم ہوجائے وہ یہ ہیں:

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

پھرآپ نے فرمایا کہ غصہ کاتعلق شیطان سے ہےاورشیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اورآگ کو پانی سے بجھایا جاسکتا ہےاسی لیے اگرتم کوغصہ آئے تووضوکرو۔

ہمیشہ باوضور ہنے کی برکت

حضور ﷺ کی اکثر سنتیں ایسی ہیں کہ ہمارے کمزور ایمان کو دیکھتے ہوئے اس پر عمل کے اثرات اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں دکھاتے ہیں اور اس کا مزہ اور اثر جیتے جی ہی ہمیں محسوس ہوتا ہے، اسی میں سے ایک سنت ہمیشہ باوضور ہنے کی بھی ہے، وضو کے ساتھ اور وضو کے بغیر کیے جانے والے کسی بھی کام کے درمیان فرق کو برکت کے اعتبار سے ہم خود محسوس کر سکتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ وضو صرف نمازوں کی ادائیگی اور قرآن شریف کو چھونے اور اس کی تلاوت کے لیے ہے جب کہ ایسا نہیں ہے، ہر اچھا کام باوضو کرنا چاہیے اور دن بھر ہر مسلمان کو باوضور ہنے کی کوشش کرنا چاہیے، اس وضو کی پابندی نے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچایا اس کے متعلق صرف ایک واقعہ سنئے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن اپنے محبوب صحابی حضرت بلال حبشی سے پوچھا کہ اے بلال:۔ بتاؤ تو صحیح آخر تم کیا عمل کرتے ہو کہ میں نے تم کو جنت میں مجھ سے آگے چلتے دیکھا، سیدنا بلال نے جواب دیا کہ حضور:۔ میں ہمیشہ باوضور ہتا ہوں اور ہر اذان کے بعد دو رکعت ضرور پڑھتا ہوں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ان ہی دونوں خوبیوں کی وجہ سے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص باضور ہنے کے باوجود وضو کرتا ہے اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔

ماں کی محبت اور باپ کا پیار

کچھ سال قبل سونامی طوفان نے انڈونیشیا، سری لنکا اور ہندوستان وغیرہ میں جو قیامت خیز تباہی مچائی اوراس کے نتیجے میں جو لاکھوں لوگ لقمہ اجل بنے ان سب کی نہ صرف تفصیلات بلکہ جزئیات تک کا ہم میں سے ہر کسی کو علم ہے، مسلسل دو ماہ تک اس سلسلے میں میڈیا میں جو خبریں شائع ہو رہی تھیں اس میں ایک دل دہلا دینے والا واقعہ بھی تھا، انڈومان نکوبار کے جزیروں کو جب اس طوفان بلاخیز نے گھیر لیا تو وہاں موجود لوگ اونچی پہاڑیوں اور ٹیلوں پر جان بچانے کے لیے بھاگے، ان میں ایک جواں سال ماں بھی تھی جو اپنے دونوں ہاتھوں میں دو معصوم بچوں کو تھامے ہوئے تھی، گھبراہٹ میں ان بچوں کے بوجھ سے اس سے پہاڑ پر پناہ لینے کے لیے چڑھا نہیں جا رہا تھا، اس کے ساتھ بھاگنے والے اس کے پڑوسیوں نے بارہا اس سے کہا کہ وہ براہِ کرم ایک بچے کو نیچے چھوڑ دے اور دوسرے کو ٹھیک سے تھام کر اوپر چڑھنے کی کوشش کرے تاکہ دونوں بچوں کو بچانے کی ناکام کوشش کے بجائے خود اس کا اور ایک بچہ کا بچنا یقینی ہو جائے لیکن ماں کی محبت کے لیے آخری دم تک یہ گوارا نہیں رہا کہ اپنے ایک معصوم جگر گوشہ کو موت کے منہ میں جانے دے کر خود اپنی جان بچائے، بالآخر پیچھے سے ایک بڑی لہر نے ان تینوں کو دبوچ لیا اور دیکھتے دیکھتے ماں اپنے ان دونوں لخت جگر کے ساتھ وہاں پہنچ گئی جہاں سے ان کو کبھی واپس نہیں آنا تھا، ہمیں اس واقعہ میں جو بات بین السطور نظر آتی ہے وہ ہر ماں کا وہ بے پناہ پیار اور ممتا کا وہ لاڈ ہے جو دنیا میں اربوں روپیوں کی دولت سے خریدا نہیں جا سکتا، زندگی میں بیوی کی وفات ہوئی

تو دوسری ملی، کسی حادثہ میں ایک بچہ لقمہ اجل بنا تو اللہ نے دوسرا عنایت کیا، دولت ہاتھ سے آج گئی کل اس سے دوگنی ملی، غرض یہ کہ اللہ نے ہر چیز کا بدل رکھا سوائے ماں باپ کے، بستر مرگ پر ہی سہی ان کا ناتواں و بوڑھا وجود لاکھوں لوگوں کے لیے سکونِ قلب کا سامان بنا، ان کے پیار بھرے ایک جملے نے سالوں سے چلے آرہے تناؤ کو ختم کردیا، ان کی محبت بھری ایک مسکراہٹ نے مدتوں کی ذہنی الجھنوں کا ازالہ کردیا۔

یہی حال کچھ والد کا بھی ہے، بالفرض باپ اور بیٹا دونوں بھوک سے نڈھال ہوں اور اس وقت ان کو صرف ایک روٹی کا چھوٹا ٹکڑا میسر آجائے تو شفیق باپ یہ ٹکڑا اپنے بچہ کو کھلاکر اس کی جان بچائے گا اور خود بھوک سے اپنی جان دینا گوارا کرے گا، غرض یہ کہ ماں باپ کی شکل میں ان دونوں نعمتوں کا اس فانی دنیا میں کوئی بدل نہیں ہوسکتا، ہمارے لیے انھوں نے کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں اس کی ایک جھلک سنئے، دنیا کی ہر بیماری ایسی ہے کہ اس سے صحت یاب ہونا ممکن اور آسان ہے اسی لیے کسی مرض کو مرض الموت نہیں کہا جاتا اسی پس منظر میں ہماری شریعت میں کسی بھی بیماری میں کی جانے والی وصیت کا اعتبار ہے اور مرنے کے بعد اس پر عمل کرنا وارثوں کے لیے ضروری ہے لیکن اسی کے ساتھ فقہ کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ کسی بھی عورت کے لیے ولادت کے موقع پر اٹھنے والے دردِ زہ کا شمار مرض الموت میں ہوتا ہے اس لیے کہ اس وقت کی اس کی اس تکلیف کا دنیا کی کسی تکلیف سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا، اسی لیے دردِ زہ کے موقع پر کی جانے والی وصیت کا اعتبار نہیں اور وہ نافذ العمل بھی نہیں، ہم میں سے ہر ایک کی ماں نے ہمارے لیے بھی اس مرض الموت دردِ زہ کا سامنا کیا ہے اور ہمارے خاطر دنیا کی اس دردناک اذیت کا مقابلہ کیا ہے، اسی طرح ہم میں سے ہر ایک کے والد نے ہماری روزی روٹی اور دکھ سکھ کے لیے دنیا

جہاں کے مسائل کا سامنا کیا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں ہم نے ان کے ان احسانات کا کیا بدلہ دیا ہے، یہ ایک سوالیہ نشان ہے؟ کیا آج تک ہم نے ان کا نام لے کر خدا سے ان کے حق میں سوال کیا ہے؟ ان کی بھلائی و مغفرت کی اللہ سے دعا کی ہے، ان کی بخشش کے لیے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہیں، ہم میں سے بہتوں کا جواب یقیناً نفی میں ہے، ساری زندگی ہم اگر ان دونوں کی خدمت میں گذارتے تو بھی ان کے کسی ادنیٰ احسان کی برابری نہیں ہوسکتی تھی، قرآن مجید میں ان سے متعلق ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ عمر کے آخری مرحلہ میں ان سے سرزد ہونے والی کم عقلی کی باتوں اور نازنخروں پر اُف تک نہ کریں، حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب تک وہ زندہ رہیں ان کی برابر خدمت کرتے رہیں اور جب ان کا انتقال ہوجائے تو ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں، اس سلسلے میں اللہ نے ان کے حق میں مانگنے کا طریقہ بھی ہمیں سکھایا ہے کہ تم ان کے لیے مجھ سے اس طرح مانگو کہ اے میرے رب جس طرح ان دونوں نے میرے بچپنے میں میری تربیت کی اسی طرح تو ان پر رحم فرما۔

”رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَارَبَّيَانِیْ صَغِيْراً“

یہ دعا ایسی جامع و موثر ہے کہ ان کے حق میں ان کی زندگی میں بھی کی جائے، اور مرنے کے بعد بھی، ان ہی قرآنی الفاظ میں اور پورے استحضار کے ساتھ، اگر ہمارا معمول اپنے ان شفیق والدین کے لیے اللہ سے مانگنے کا اب تک نہیں تھا تو آیئے آج سے ہم اس قرآنی دعا کو اپنی مناجات و دعاؤں کا لازمی جز بنائیں، اگر وہ بقید حیات ہیں تو ان کے لیے درازی عمر وخاتمہ بالخیر کی دعا، اگر وفات پاچکے ہیں تو مغفرت و بخشش کی دعا۔

چار جملے دن بھر کے اذکار پر بھاری

ایک دفعہ میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ تم مجھے کوئی ایسی ترکیب اور کم سرمایہ والا کوئی ایسا کاروبار بتاؤ کہ اس میں میرا وقت بھی کم لگے اور نفع بھی زیادہ ہو، میں نے اس سے کہا کہ یہ مغرب کا فلسفہ ہے کہ کم خرچ اور کم وقت میں زیادہ کمائی ہو اور نقصان کا امکان بھی نہ ہو ایسا تو صرف سودی کاروبار میں ہوسکتا ہے، اگر ایسا ممکن ہو تو دنیا میں کوئی زیادہ سرمایہ لگانے والا کاروبار ہی نہ کرے، رات کو بستر پر جانے کے بعد میں نے اپنی اس گفتگو کے متعلق دوبارہ سوچا تو مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں دیر نہیں لگی کہ میں نے اس کو الزامی جواب دیا ہے لیکن اس کی یہ خواہش عملاً ممکن بھی ہے، دینی اعتبار سے بھی اور دنیاوی اعتبار سے بھی، دنیاوی کاروبار کی اس طرح کی مختلف قسمیں اور شکلیں میرے ذہن میں آئیں اور دینی اعتبار سے بھی کم وقت میں زیادہ عبادت اور بے پناہ اجروثواب کے مختلف نمونے میرے ذہن میں مستحضر ہو گئے، دینی اعتبار سے اس سلسلے کی ایک اہم شکل مندرجہ ذیل تھی:

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا انتہائی عابدہ، ذاکرہ اور زاہدہ ومتقیہ تھیں، ان کی زبان ہمیشہ ذکروتلاوت سے تر رہتی، کوئی لمحہ ان کا اللہ کی یاد سے خالی نہیں رہتا، ایک دن معمول کے مطابق اللہ کے رسول فجر کی نماز پڑھ کر اپنے حجرۂ مبارکہ واپس تشریف لائے اور دیکھا کہ صبح سے قبل حضرت جویریہ کو جس حالت میں چھوڑ کر گئے تھے وہ اس وقت تک اسی حالت میں تھیں یعنی برابر ذکر ہی میں منہمک تھیں، چنانچہ دریافت کیا، اے جویریہ:۔

کیا تم ابھی تک اسی حالت میں بیٹھی ہو جس حالت میں تم کو میں چھوڑ گیا تھا یعنی ذکر میں مشغول ہو، انھوں نے عرض کیا: جی ہاں، اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس دوران تین دفعہ چار جملے ایسے کہے جو تمھارے دن بھر کے اذکار کے برابر تھے، وہ یہ ہیں:

سُبُحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ

رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے والی دعا

کیا رحمۃ العالمین سے بڑھ کر انسانوں میں کوئی معصوم تھا، گناہ سے حفاظت کا قدرتی وربّانی نظام آپ کی طرح کس کے لئے تھا؟ آپ اللہ کی طرف سے بخشے بخشائے تھے، نہ آپ نے کبھی کسی پر ظلم کیا اور نہ کبھی کسی کی غیبت کی، نہ کسی کا آپ نے بُرا چاہا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا، آپ کی یہ صفات وخوبیاں کسی اور میں ہوتیں تو اس کے لیے سر جھکا کر چلنا مشکل ہوتا اور فخر وغرور سے اس کے لیے زمین پر قدم رکھنا دشوار ہوتا لیکن پوری انسانیت میں اپنی اس افضلیت کے باوجود رحمت عالم کی خاکساری وملنساری، تواضع وسادگی، عجز ومسکنت اور بے نفسی وکسر نفسی کا کیا عالم تھا، ذرا سیرت کے اوراق میں صرف اس ایک ورق پر نظر دوڑائیے۔

گرمی کی شدت ہے اور عرفات کا میدان، بنی نوع انسان میں انبیاء کے بعد افضل ترین انسانوں اور شمع رسالت کے پروانوں کا جم غفیر ہے، رحمت الٰہی جوش میں ہے اور شیطان لعین افسردہ ومایوس، دریائے رحمت میں تلاطم ہے، مغفرت کی بارش ہورہی ہے اور عفو وغفران کی برسات، اس موقع پر زبان نبوت سے نکلنے والے علم وادب کے ان مؤثر ترین شہ پاروں کو سنئے اور فصاحت وبلاغت کی شاہ راہ سے نکلنے والے ان جملوں اور فقروں پر غور کیجئے جس سے پتھر سے پتھر دل انسان کا دل بھی موم ہوجائے، اپنے رحیم وکریم رب سے مانگنے کا انداز بھی دیکھئے اور اس کی رحمت کو متوجہ کرنے والے خاکساری وبے بسی کے کلمات بھی، فرماتے ہیں:

یاالٰہی! تو میری باتیں سن رہا ہے، میری جگہ دیکھ رہا ہے، میرے راز اور ظاہر سے تو واقف ہے، میری کوئی چیز تجھ پر پوشیدہ نہیں، میری ہر ادا پر تیری نظر ہے، میں بے بس ہوں اور مجبور ومحتاج اور فریادی، اپنے گناہوں کا معترف ہوں اور تیرے دَر کا سائل، گڑگڑا کر، آنسو بہا بہا کر، گردن جھکا جھکا کر، تابع وفرماں بردار بن کر تجھ سے رحم کی بھیک مانگتا ہوں، اے میرے رب:۔ میں تجھ سے صرف اس کا طالب ہوں کہ اپنی نگاہِ کرم سے مجھے محروم نہ رکھ اور اپنے لطف وکرم سے مجھے دور نہ کر، اے سب مانگے جانے والوں میں بہتر اور دینے والوں میں سب سے اچھے مہربان ورحیم آقا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَرىٰ مَکَانِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِيَّتِیْ، وَلَايَخْفىٰ عَلَيْکَ شَيْئٌ مِنْ أَمْرِیْ،أَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهِ ، أَسْئَلُکَ مَسْأَلَةَ الْمِسْکِيْنِ وَأَبْتَهِلُ اِلَيْکَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَأَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَهُ رَقَبَتُهُ وَفَاضَتْ عَبْرَتُهُ وَذَلَّ لَکَ جِسْمُهُ وَرَغِمَ لَکَ أَنْفُهُ ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ شَقِيًّا وَکُنْ بِیْ رَؤُوْفًا رَّحِيْمًا، يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ.

ہدایت کے بعد ضلالت سے پناہ مانگنے کا حکم

دنیا کی ہر نعمت اسباب ووسائل اور دولت وثروت سے حاصل کی جاسکتی ہے سوائے ہدایت یعنی ایمان واسلام کے، اسی طرح انسان کو ملنے والی ہر دولت کی حفاظت بھی اسباب ووسائل سے ہوسکتی ہے سوائے ایمان واسلام کے، کس کی کون سی ادا اللہ کو پسند آئے اور اس کی طرف سے اس کے اور اس کے نسلوں کی ہدایت ودین پر باقی رکھنے کے فیصلے کیے جائیں کہا نہیں جاسکتا، اسی طرح یہ بھی کہا نہیں جاسکتا کہ نفس یا شیطان کے بہکاوے میں آکر انسان سے کب ایسی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے جس سے اللہ کے غضب وغصہ کا ظہور ہو اور ہدایت کی نعمت چھین لی جائے، ہدایت براہِ راست اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس پر کسی کا بس نہیں چلتا، اپنے اس اختیار کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کبھی اپنے محبوب ترین بندوں کے قریبی عزیزوں کو بھی ان کی عین خواہش اور بار بار کی درخواست ودعا اور التجا کے باوجود اس دولت ایمان سے محروم رکھتا ہے، ابو طالب کے خود آپ ﷺ پر عظیم احسانات کے باوجود ان کو ایمان کی دولت سے محروم رکھنا اسی قبیل سے ہے، یہ الگ بات ہے کہ کسی طالبِ حق کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے محروم نہیں کرتا اور بلا وجہ وہ کسی سے یہ نعمت بھی نہیں چھینتا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر اُس زمانہ میں شاید ہی کوئی اور اللہ کا محبوب ترین بندہ روئے زمین پر تھا، قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب صحیح بخاری کی

تدوین کا اللہ نے ان کو ذریعہ بنایا، لیکن ان کی نسلوں میں بھی الحادو دہریت کی ہوائیں چلیں اوران کی قوم میں بھی خدا بیزاری کے مظاہر دیکھنے میں آئے، بخاری ان کا وطن تھا جو چند سالوں قبل تک روس کے زیر انتظام تھا، وہاں کے مسلمانوں میں سرخ انقلاب کے دوران کفر والحاد عام ہوگیا، اگرچہ ان جاں گسل حالات میں بھی ان ہی کی نسلوں کے ہزاروں لوگوں نے جس طرح اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کی وہ مناظر بھی حیرت انگیز ہی تھے، اسی طرح حضرت ابراہیم کی چار نسلوں تک نبوت کا سلسلہ چلا، موجودہ یہودیوں کے وہ جدامجد تھے لیکن خدا کے غیظ وغضب سے جس طرح یہودی دوچار ہوئے اور ملعون ومغضوب قرار دیے گئے اور ضلالت وگمراہی کی جس عمیق غار میں جا گرے وہ ہم سب کے سامنے ہے، حضرت نوح اپنے وقت کے سب سے برگزیدہ نبی تھے لیکن خود ان کے لڑکے بھی ایمان سے محروم رہے، اس سلسلے میں حضرت لوط کی بیوی اور حضرت ابراہیم کے والد کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ ایمان جیسی نعمت سے سرفراز ہونے کے لیے نہ کسی شریف النسل حسب ونسب سے تعلق کا اللہ کے پاس پاس ولحاظ رکھا جاتا ہے اور نہ اس نعمت کے باقی رہنے کے لیے کسی نبی کی قرابت تک کا خیال رکھا جاتا ہے، جب نبیوں اور رسولوں جیسے اپنے وقت کے محبوب ترین بندوں کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ اللہ کا یہ معاملہ ہے تو ہما شما کی کیا حیثیت ہے، ہمیں اپنے ایمان واسلام سے متعلق کتنا ڈرتے رہنا چاہیے اور کس قدر اس سلسلے میں فکرمند ہونا چاہیے۔

لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نہ اس نعمتِ عظمٰی کے ملنے میں ہمارا بس ہے اور نہ باقی رہنے میں ہمارا اختیار تو ہمیں کیا کرنا چاہیے، قرآن میں خود اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ بتایا ہے اور ایک ایسی دعا سکھائی ہے کہ اس کو استحضار کے ساتھ بار بار پڑھتے رہنے پر اس نعمت

ایمان کے باقی رکھنے کا وعدۂ خداوندی بھی ہے، وہ طریقہ یہ ہے کہ انسان سب سے پہلے اس عظیم نعمت پر اللہ کا بار بار شکر ادا کرتا رہے اور ہدایت کے بعد ضلالت سے یعنی ایمان واسلام کے بعد کفر وشرک سے آئندہ کے لیے برابر پناہ بھی مانگتا رہے اور یوں کہتا رہے کہ اے اللہ تو ہمیں ہدایت کے بعد ضلالت وگمراہی میں مبتلا نہ فرما اور ہمیں اپنی رحمت سے نواز دے یعنی خاتمہ بالخیر فرما، تو ہی سب کچھ دینے والا ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنْكَ رَحْمَةً، اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

غریبوں کے لیے مالداروں سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کا طریقہ

سچا مسلمان وہ ہے جو ہمیشہ اس بات کے لیے فکر مند رہے کہ اس کے حسنات میں اضافہ ہوتا رہے، وہ برابر اس کی کوشش میں رہے کہ کب اس کو کسی بھلے کام کا موقع ملے اور وہ اس کے ذریعہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کرے لیکن بعض نیکیاں اور خیر کے کام وہ ہوتے ہیں کہ ہزار چاہنے کے باوجود اس کو انسان نہیں کرسکتا، مثلاً صدقہ خیرات کرنا چاہتا ہے، حج وعمرہ کا ارادہ ہے، غریبوں ویتیموں کی مدد کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے پاس اس کی مالی گنجائش ہی نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس بیچارے کا اس میں کیا قصور ہے اور اپنی اس غیر اختیاری حالت کی وجہ سے وہ کیوں اس کارِ خیر سے محروم ہے، کچھ اسی طرح کے سوالات عہد نبوی میں بھی بعض صحابہ کے ذہن میں پیدا ہوئے چنانچہ وہ اسی وقت دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مال دار ہم سے نیکیوں میں آگے بڑھ گئے، ان کی نمازیں اور روزے تو ہماری طرح ہیں مزید وہ اپنے مال کی بدولت حج وعمرہ اور جہاد وصدقہ بھی کرتے ہیں، آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جس سے تم اگلوں اور پچھلوں سے بھی بڑھ جاؤ اور تم ہی افضل رہو سوائے اس شخص کے جو اس کو بھی کرے وہ یہ ہے کہ ہر نماز کی بعد ۳۳/۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو۔

جب تمام سہارے ختم ہو جائیں

زندگی میں ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک مرحلہ ضرور ایسا آتا ہے جب مصائب ومسائل سے وہ تنگ آجاتا ہے، اپنوں کی ایذارسانی، غیروں کی سازشیں، ساتھیوں کا حسد اور رشتہ داروں کا بغض وکینہ اس کا جینا دوبھر کر دیتا ہے، اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کرے وہ حواس باختہ ہو جاتا ہے اور ہوش کھو بیٹھتا ہے بالآخر ان سب کے حق میں وہ بددعا کا سہارا لیتا ہے لیکن جب اس کا بھی اثر ظاہر نہیں ہوتا تو تنگ آکر امید کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور خود اپنے رب سے بھی مایوس و ناامید ہو جاتا ہے۔

ذرا چشم تصور سے اس منظر کو بھی دیکھئے کہ پوری انسانیت میں سب سے زیادہ ستایا ہوا اللہ کا محبوب ترین بندہ، اللہ کا سب سے لاڈلا و چہیتا، جس کی ایک جان پر کروڑوں جانیں قربان اپنے دعوتی مشن پر خود اپنے قبیلہ قریش اور وطن عزیز شہر مکہ سے ناامید ہو کر طائف کا رخ کرتا ہے اس امید میں کہ شاید وہاں کے لوگ اس کی بات کو سمجھ کر ہمیشہ کی آگ اور جہنم سے نجات کی فکر کریں لیکن امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور وہاں کے لوگ مکہ والوں سے زیادہ بداخلاق، سخت دل، ترش رو اور ظالم بن کر سامنے آتے ہیں، غنڈوں کی طرف سے کی جانے والی پتھروں کی بارش سے قدم مبارک خون آلود ہو جاتے ہیں، بھوک سے نڈھال

ہوتے ہیں، اجنبی مسافر کے لیے اس غریب الوطنی میں ایک گھونٹ پانی بھی میسر نہیں آتا، مظلومیت کی اس فضا میں بددعا کا ایک جملہ بھی اگر اس وقت زبانِ مبارک سے نکلتا تو آن کی آن میں اہل طائف خاک ہوجاتے اوران پر آسمان سے آگ کی بارش برستی، پیشکش بھی ہوئی کہ خدا کی رحمت جوش میں آئی ہے، اگر آپ اشارہ کردیں اور کہہ دیں تو ابھی آپ کی آنکھوں کے سامنے طائف شہر کے ان دو پہاڑوں کے بیچ ان سب کو کچل دیا جائے اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک فراہم کی جائے ،قربان جایئے نبی رحمت کی ان بے پناہ شفقتوں پر یہ کہہ کر فرشتہ عذاب کو واپس کرتے ہیں کہ ان میں نہ سہی ان کی نسلوں میں کوئی ہدایت پائے گا (اللہ نے اپنے محبوب کی زبان مبارک سے نکلنے والے ان جملوں کی لاج بھی رکھی اور بعد میں طائف کے اس سخت دل قبیلہ بنی ثقیف میں محمد بن قاسم جیسے فاتح سندھ بھی پیدا ہوئے)عرش معلیٰ سے فرشتہ کے ذریعہ کی جانے والی اس پیشکش پر آپ فرماتے ہیں کہ اے اللہ:۔تو میری اس قوم کو معاف کردے کہ انجانے میں ان سے یہ غلطیاں سرزد ہو رہی ہیں، پھر دست مبارک اٹھاتے ہیں، رب رحیم سے مخاطب ہوتے ہیں اور ایسی پُر کیف و پُر تاثیر، پُرخلوص و دلنشیں التجائیں کرتے ہیں کہ رحمت الٰہی بھی جوش میں آجاتی ہے، دریائے رحمت میں تلاطم پیدا ہوتا ہے اوراس کی عنایتیں و شفقتیں صاف متوجہ معلوم ہوتی ہیں، وہ اثر آفرین دعائیہ کلمات کیا تھے، ذرا سنیے اوراپنی زندگی میں بھی اس طرح کے مواقع پر پیش آنے والے حالات میں اسی طرح مانگنے اور گڑگڑانے کی کوشش کیجئے ،فرماتے ہیں:

الٰہی:۔میں اپنی کمزوری، بے سروسامانی اورلوگوں کی تحقیر کی بابت تجھ سے فریاد کرتا ہوں اے درماندہ عاجز کے مالک تو مجھے کس کے حوالہ کررہا ہے، کیا بے گانہ ترش رو کے یا میرے دشمن کے، اگر تو مجھ سے خفا نہیں تو مجھے کسی کی پروا نہیں، تیری عافیت میرے لیے وسیع ہے،

تیری ذات کے نور کے حوالے سے جس سے سب تاریکیاں روشن ہوجاتی ہیں اور دنیا وآخرت کے تمام مسائل حل ہوتے ہیں اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تو مجھ سے ناراض ہوجائے، ہر حال میں تیری ہی رضا مجھے مطلوب ہے، ہر طاقت وقوت کا تو ہی تنہا مالک ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِلَیْکَ أَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ، وَقِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَهَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ، رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اِلیٰ مَنْ تَکِلُنِیْ، اِلیٰ بَعِیْدٍ یَتَجَهَّمُنِیْ أَوْ اِلیٰ عَدُوٍّ مَلَّکْتَهُ اَمْرِیْ، اِن لَّمْ یَکُنْ بِکَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ هِیَ اَوْسَعُ بِیْ، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ مِنْ أَن یَّحُلَّ بِیْ غَضَبُکَ اَوْیَنْزِلَ عَلَیَّ سَخَطُکَ، لَکَ الْعُتْبیٰ حَتّٰی تَرْضیٰ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِکَ.

لاکھوں درود وسلام ہو اس نبی امی فداہ ابی وامی پر جس نے اپنی امت اور تڑپتی بلکتی انسانیت کے لیے یہ اور اس طرح کی ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں اور مشقتیں برداشت کیں، آپ کے ان عظیم احسانات کا بدلہ چکانا تو دور کی بات کیا ہم نے اس پر آپ کے لیے درود وسلام کا تحفہ ہی سہی بھیج کر اپنے اوپر موجود آپ کی ان کرم فرمائیوں کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کی ہے، اگر اب تک آپ کے لیے درود پڑھنے کا معمول ہمارا نہیں رہا ہے تو آیئے آج سے ہم روزانہ کم ازکم سو دفعہ درود شریف پڑھنے کا معمول بنائیں جس کا نفع سراسر خود ہم کو ملنے والا ہے اور ہر درود پر ہم کو دس نیکی ملنے والی ہے، وہ درود جس کے بھیجنے کا خود اللہ رب العزت اور اس کے فرشتوں کی طرف سے بھی معمول ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمّدٍ وَعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّد وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نبی رحمت کی تمام دعاؤں پر محیط ایک دعا

رحمۃ للعالمین کی زندگی کا بیشتر حصہ اٹھتے بیٹھتے صبح شام اپنے خدا کے حضور دست بدعا رہ کر ہی گزرا، وہ کونسا امکانی خیر تھا جو آپ نے اللہ سے طلب نہیں کیا، عام انسانوں کا ذہن بھی جدھر نہیں جاسکتا تھا آپ کا پاکیزہ ذہن اس طرف جاتا لیکن آپ کے جانثاروں کے لیے مشکل یہ تھی کہ خلوت کی ان مناجاتوں کی تفصیلات کا ان کو پتہ نہیں لگتا تھا، اگر علم ہو بھی جاتا تو اس کو یاد رکھنا مشکل تھا چنانچہ ہمت کر کے ایک دن دربارِ نبوت میں ان کی یہ معروضات پیش ہوئیں اور کہا گیا کہ

اے رحمۃ للعالمین :۔آپ نے خیر کی لائن سے بے شمار دعائیں کی ہیں جو ہمیں یاد نہیں رہتی، اس پر جواب ملا کہ کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ بتلاؤں جو ان تمام دعاؤں کا احاطہ کرے ،تم کہو: اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام خیر طلب کرتے ہیں جو تجھ سے تیرے رسول نے طلب کیا اور ان تمام شرور سے پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے رسول نے پناہ مانگی۔

”اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ“

جسمانی حسن سے زیادہ روحانی حسن و جمال کی فکر

اپنے وقت کا حسین ترین انسان، حسن و جمال کا عظیم پیکر، معصوم ونورانی چہرہ جو آفتاب سے زیادہ حسن کا حامل ہے، سرمگیں آنکھوں، نرم ولطیف رخساروں، دراز پلکوں، سرخ وتبسم فرماتے لبوں کے مجموعہ نے حسن و جمال کا اس میں حسین امتزاج پیدا کر دیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا کل حسن اسی میں سمٹ آیا ہے اور اس کی ذات اقدس میں جمال قدسی کا قابل رشک نمونہ جمع ہو گیا ہے، ہما شما یا اور کوئی ہوتا اور اپنے چہرے کو آئینہ میں دیکھتا تو خدا سے یہی دعا کرتا کہ اے اللہ! تیرے دیئے ہوئے اس حسن و جمال کو نظر بد سے محفوظ رکھ، اس میں مزید اضافہ فرما لیکن ''اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیۡمٍ'' کی صفت قرآنی کا حامل خدا کا یہ محبوب ترین بندہ اس وقت بھی بس صرف اپنے اخلاق وکردار کی تزئین وتعمیر ہی کے لیے بدست دعا ہوتا ہے اور کہتا ہے:

اے اللہ:۔ جس طرح تو نے میری شکل وصورت کو حسن و جمال سے نوازا ہے اسی طرح میرے اخلاق وکردار کو بھی سنوار۔

اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ حَسَّنۡتَ خَلۡقِیۡ فَحَسِّنۡ خُلُقِیۡ

زندگی کی آخری دعا

اگر کوئی شخص ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کو اپنی موت سامنے نظر آ رہی ہو اور موت کا فرشتہ اس سے کہہ رہا ہو کہ اللہ کی طرف سے تمہیں اس وقت صرف ایک ہی دعا مانگنے کی گنجائش ہے اور وہ بھی صرف ایک مختصر جملے میں تو ظاہر بات ہے کہ مرنے والا اگر مسلمان ہوگا تو اس کی تمام دعاؤں کا خلاصہ، تمناؤں کا محور اور زندگی بھر کی آرزوؤں کا لب لباب یہی ہوگا کہ اللہ اس کو جہنم سے نجات دے اور اس کی آگ سے محفوظ رکھے، اس لیے کہ جہنم سے خلاصی میں جنت کا حصول بھی ہے اور اللہ کی رضا بھی اس کی ناراضگی سے بچاؤ بھی ہے اور اس کے غضب وغصہ سے حفاظت بھی، قبر کے عذاب سے نجات بھی ہے اور منکر نکیر کے سوالات کی سختی سے چھٹکارا بھی، نامہ اعمال کے دائیں ہاتھ میں ملنے کا یقین بھی ہے اور پل صراط پر تیزی سے گزرنے کا وعدہ بھی، حدیث کی روشنی میں کسی بھی انسان کا نیند کی حالت میں پہنچنا اور سونا دراصل ایک طرح کا مرنا ہی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس عارضی موت کے منہ میں انسان جا کر بالعموم واپس آتا ہے لیکن ہم میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی ہے جو معمول کے مطابق سوتی ہے تو ہمیشہ کے لیے سو جاتی ہے اور ان کی یہ عارضی موت حقیقی موت میں بدل جاتی ہے، ہم میں سے کس کو یقین ہے کہ آج اس کی بستر پر معمول کے مطابق اختیار کی جانے والی یہ عارضی موت حقیقی موت میں نہیں بدل جائے گی، روز ہمیں نظر آنے والے اس طرح کے واقعات کی روشنی میں جب اس

کا بھرپور امکان ہمارے لیے بھی ہے تو پھر ہم کیوں نہ اللہ سے یہ التجا کرتے ہوئے سو جائیں کہ اے اللہ اگر تیرا فیصلہ ہمارے لیے اس عارضی موت یعنی نیند کو آج حقیقی موت میں بدلنے کا ہے تو ہمیں جہنم کی آگ سے بچا جس سونے کے بعد ہمیں پھر حساب کتاب کے لیے ہی اپنے بستروں اور قبروں سے اٹھنا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو اس حقیقت کو جاننے اور روزانہ اس طرح کے مناظر اور سونے کے بعد مرنے اور دوبارہ زندہ نہ ہونے کے واقعات دیکھنے اور سننے کے باوجود سوتے وقت اللہ سے جہنم سے پناہ مانگتے ہوئے آنکھ بند کرتے ہیں اور اپنے بستروں پر لیٹ جاتے ہیں، ہم چاہے اپنی مادری زبان میں یہ دعا نہ کریں لیکن کم از کم رحمت عالم کے تعلیم کردہ اس چھوٹے سے دعائیہ جملے کو تو دہرا سکتے ہیں جس میں سوتے وقت کی دعا میں ان ہی مذکورہ بالا باتوں کی تاکید کے ساتھ جہنم سے پناہ مانگنے کی بات کہی گئی ہے کہ اے اللہ جس دن تو اپنے تمام بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچا۔

''اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ''

اسی طرح مسنون دعا کے طور پر یہ بھی کہے کہ اے اللہ میرا سونا یعنی زندہ رہنا بھی تیری اجازت سے اور میرا مرنا بھی تیری ہی اجازت سے۔

''اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیَا''

تاکہ اللہ تعالیٰ کی ان دو اہم صفتوں یعنی پیدا کرنے اور موت دینے کے تنہا اختیارات کا استحضار ہو جائے۔